ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

جلد 19 شمارہ 09

مئی 2022ء - رمضان المبارک 1443ھ

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

ناظم
مولانا عبدالسلام

مدیر
مفتی محمد رضوان

مجلسِ مشاورت

مفتی محمد یونس — مفتی محمد ناصر — مولانا طارق محمود

فی شمارہ..........35 روپے
سالانہ..........400 روپے

پبلشرز

محمد رضوان

سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959

راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر

محمد شرجیل جاوید چوہدری

ایڈوکیٹ ہائی کورٹ

0323-5555686

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 400 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہو جانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17

عقب پٹرول پمپ و چمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270 فیکس: 051-5702840

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

www.facebook.com/Idara Ghufran

ترتیب وتحریر

صفحہ

آئینۂ احوال..........سیاسی فضاء میں جھوٹ وفریب کی کثرت........مفتی محمد رضوان 3

درسِ قرآن(سورہ آلِ عمران: قسط26)........''بیتُ اللّٰہ'' کے حج کی فرضیت.......... // // 8

درسِ حدیث .... برزخ وقبر کی حیات، اور جسم وروح کا تعلق (قسط7).... // // 24

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

افادات وملفوظات.. // // 32

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟................................مولانا شعیب احمد 39

ماہِ صفر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات..............مولانا طارق محمود 41

علم کے مینار: .... امت کے علماء وفقہاء (قسط15).......مفتی غلام بلال 43

تذکرۂ اولیاء:.....حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (تیسرا حصہ)....مولانا محمد ریحان 48

پیارے بچو!..........................کچھ میٹھا!............................ // // 51

بزمِ خواتین ....امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ).....مفتی طلحہ مدثر 53

آپ کے دینی مسائل کا حل...''عمل بالحدیث'' کا حکم (قسط15)...ادارہ 60

کیا آپ جانتے ہیں؟...... وعظ وتبلیغ میں غلو سے بچنے کا حکم......مفتی محمد رضوان 76

عبرت کدہ ...... بنی اسرائیل کا ایک قسم کی خوراک سے تنگ آنا....مولانا طارق محمود 83

طب وصحت.................برف اور ٹھنڈا پانی.................حکیم مفتی محمد ناصر 88

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز.......................... // // 90

اخبارِ عالم ...... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..........مولانا غلام بلال 91

www.idaraghufran.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئینۂ احوال

مفتی محمد رضوان

سیاسی فضاء میں جھوٹ وفریب کی کثرت

ہم نے گزشتہ شمارے میں جناب عمران خان صاحب کے وزیراعظم کے عہدہ کے خلاف، متحدہ اپوزیشن کی طرف سے تحریک عدمِ اعتماد پیش کیے جانے کے معاملہ پر چند گزارشات پیش کی تھیں، اور عمران خان صاحب کے تشدد، ہٹ دھرمی اور ضد پر مبنی طرزِ عمل سے متعلق پیشگی کچھ خدشات کا اظہار کیا تھا، جو وقت گزرنے کے ساتھ سچ ثابت ہوئے، اور ریاست کے ایک اہم ادارے ''سپریم کورٹ'' کے تاریخی اہم فیصلے کے تناظر میں عمران خان صاحب، قومی اسمبلی کی تحلیل اور تحریک عدمِ اعتماد پر ووٹنگ روکنے کے غیر آئینی اقدام کو عملی جامہ پہنانے سے عاجز رہے۔

چنانچہ اب عمران خان صاحب کے خلاف متحدہ اپوزیشن کی طرف سے پیش کی گئی تحریک عدمِ اعتماد تو عمرانی ضد وہٹ دھرمی کے باوجود، کامیاب ہو چکی ہے، اور اس کے بعد متحدہ اپوزیشن کی طرف سے مسلم لیگ نون کی جماعت سے منسلک جناب میاں محمد شہباز شریف صاحب کو آئینی طریقہ پر وزیراعظم کے عہدہ کے لیے منتخب کیا جا چکا ہے، اور وفاقی کابینہ کے عہدوں اور وزارتوں کی مشترکہ جماعتوں میں تقسیم کا عمل بھی کافی حد تک مکمل ہو چکا ہے، جناب میاں محمد شہباز شریف صاحب، وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ سنبھالنے کے بعد سے ہی دن ورات ملکی تعمیر وترقی کے لیے کوشاں دکھائی دے رہے ہیں، جس سے امید ہے کہ ان شاءاللہ تعالیٰ مثبت نتائج برآمد ہوں گے۔

لیکن جھوٹ پر ''یوٹرن'' کا اور ناکام حکومت پر ''ریاستِ مدینہ'' کا لیبل لگانے والے، جناب عمران خان صاحب اپنی سابق روِش سے باز آنے اور تاریخ سے سبق حاصل کرنے کے لیے آمادہ نظر نہیں آتے، جس طرح حکومت میں آنے سے پہلے ان کا ہدفِ تنقید اپنی مخالف سیاسی پارٹیاں تھیں، بدزبانی، بدکلامی کا ارتکاب، کسی کو ''چور'' کسی کو ''ڈاکو'' کسی کو ''لٹیرا'' کہنا، اور اپنے آپ کو ''دودھ سے دُھلا ہوا'' سمجھنا، رات دن کا مشغلہ تھا، دھاندلی کے ذریعہ حکومت میں آنے کے بعد تقریباً

ساڑھے تین سال تک وہ اپنی مخالف جماعتوں پرتنقید، ان کی تردید، بلکہ ان کے خلاف مختلف سیاسی وعملی اقدامات واتہامات، اور اپنی برائت میں مشغول رہے، اور اپنے دورِاقتدار میں ملک وملت کی تعمیر وترقی کے لیے کوئی خاطر خواہ کردار ادا نہ کرسکے، ان کے دورِاقتدار میں وطنِ عزیز سیاسی، معاشرتی اور معاشی ، بلکہ مذہبی اعتبار سے تنزلی اور بدحالی کا شکار ہوگیا، جس کی داستانیں وقت گزرنے کے ساتھ سامنے آتی رہیں گی، اور کچھ ابھی سے آنا شروع بھی ہوگئی ہیں، اسی طرح اب تحریک عدمِ اعتماد کے ذریعہ حکومت سے باہر اور وزارتِ عظمٰی کے عہدہ سے محروم ہونے کے بعد بھی، اپنی پختہ عادت سے مجبور جناب عمران خان صاحب اسی کام میں لگے ہوئے ہیں، جس کے لیے انہوں نے اپنے سیاسی مخالفین کے خلاف، ایک نئے بیانیہ ''غدار، چور، ڈاکو'' اور ''امپورٹڈ حکومت نامنظور'' وغیرہ کا بھی اضافہ کرلیا ہے، اور اسی کے ساتھ عدلیہ اور فوج کے خلاف بھی زبان درازی شروع کردی ہے، اس مقصد کے لیے عمرانی سوشل میڈیا کی منظّم تحریک بھی سرگرم ہے۔

اب عمران خان صاحب اپنے مخصوص سیاسی بیانیہ کو لے کر، مخالفین کی تردید اور اپنی تطہیر کے لیے عوامی جلسے جلوسوں کی شکل میں سڑکوں پر ہیں، اور اپنی حسبِ عادت ہرطرح کی بدزبانی، بدکلامی، جھوٹ والزام تراشی اور بہتان ودشنام درازی کو روا رکھے ہوئے ہیں، اور اس بات پر مُصِر ہیں کہ جب تک حکومتِ نو، جدید الیکشن کے لیے آمادہ نہیں ہوجاتی، اس وقت تک ان کا احتجاج اور جلسے جلوسوں کا سلسلہ جاری رہے گا، اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی، اس تحریک میں تیزی آتی رہے گی، یہاں تک کہ اس مقصد کے لیے وہ حکمرانوں کو اپنے چاہنے والے عوام کے ذریعہ زور زبردستی حکومت سے باہر اٹھا کر پھینک دینے کا تاثر بھی دے چکے ہیں، اور گویا کہ اپنے اس سابق دعوے کا عملی اظہار کرنے کے لیے بے چین ہیں کہ وہ حکومت سے باہر آکر اپنے مخالفین کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوں گے، یہ خطرات قومی اسمبلی کے بعد پنجاب اسمبلی میں بھی ان کے حامیوں کی جانب سے وزیراعلیٰ کے انتخاب کے موقع پر ظاہر ہوئے۔

جناب عمران خان صاحب کا یہ طرزِعمل بتلارہا ہے کہ وہ ملکی خدمت اور تعمیر وترقی کے بجائے، وزارت وحکومت کے عہدہ پر دوبارہ قابض ہونا چاہتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے اپنے آپ کو

پاک وصاف اوراپنے مخالفین کے خلاف پروپیگنڈا، زبان درازی، اپنے مخالفین کودشنام درازی کی مہم کوہی اپنابڑاہدف سمجھتے ہیں، جس کا مقصداپنے مخالفین کواقتدار سے باہرکرکے اپنے لئے حکومت واقتدارکی ہوس کی راہ ہموارکرناہے، بھلے ہی ملک کاستیاناس کیوں نہ ہوجائے۔

جناب عمران خان صاحب کے جھوٹ پرمبنی زبانی جمع خرچ، ان کی چرب لسانی، اور جناب عمران خان صاحب کی طرف سے ایک منظّم اور وسیع سوشل میڈیا نیٹ ورک کے جھوٹے پروپیگنڈے سے ایک محدودومخصوص سیدھاسادا، یاغیر میچور طبقہ تو متاثر ہوسکتا ہے، لیکن صاحبِ فہم وفراست اور سنجیدہ، میچور طبقہ کے سامنے عمران خان صاحب کی سیاسی ناتجربہ کاری، ان کے جھوٹ، غلط بیانی، مکروفریب، ہٹ دھرمی، ضد بازی، تکبروغرور، ظلم وناانصافی، الزام وبہتان اوردشنام درازی، معیشت کی تباہی، یہاں تک کہ قانون وآئین شکنی کا کرداراور کلچر، کھلی کتاب کی طرح واضح ہوچکا ہے، جس کے لیے عمران خان صاحب اوران کے حامیوں کی زبانی جمع خرچ، تقریریں اور جلسے جلوس کرنا، زیادہ کارآمداورمفیدومؤثر نہ ہوگا، بالخصوص جبکہ عمران خان صاحب کے دورِاقتدار میں کی گئی کرپشن اور''فارن فنڈنگ کیس'' کاپنڈورابکس بھی کھلناشروع ہوگیاہے، جس سے لگتاہے کہ اب عمران خان صاحب کی شامتِ اعمال اورانتقامی سیاست کی جزاء کاسلسلہ شروع ہواچاہتاہے۔

ہماری منصفانہ اوردیانت دارانہ رائے کے مطابق جناب عمران خان صاحب اوران سے وابستہ جذباتی اورجنونی طبقہ کاطرزِعمل کسی طرح بھی ملک وملت کے لیے مفیدنہیں، بلکہ تباہ کن ہے۔

اس لیے آئین کی حفاظت، ملک کے ریاستی اداروں اور ملک وملت کی سلامتی اوراجتماعیت کوتباہی سے بچانے کے لیے عمرانی کرداراورعمرانی کلچر سے حفاظت بہت ضروری ہے، جس کے لیے عمرانی وسیع پروپیگنڈہ اورجھوٹ پرمبنی نیٹ ورک کے خاتمہ کی اشدضرورت ہے، اوراس بات کی تحقیق کی بھی ضرورت ہے کہ کون سے عناصر کے اخراجات وخواہشات کے بل بوتہ پر یہ پروپیگنڈے پرمبنی منظّم نیٹ ورک قائم اورمتحرک ہے، جونوخیزاورجذباتی افرادکی غلط فہمی وبےراہ روی کاباعث ہے۔

پی ٹی آئی، ملک کی وہ پہلی سیاسی جماعت کہلاتی ہے، جوسوشل میڈیا کے ذریعے اپنا بیانیہ، ملک وبیرونِ ملک پہنچانے میں دوسری جماعتوں سے کہیں آگے ہے، اسی لیے تحریکِ انصاف کو''سوشل

میڈیا کی پارٹی‘‘ بھی کہا جاتا ہے، اور عمرانی سوشل نیٹ ورک نہایت متحرک اور منظّم انداز میں عمران خان صاحب کے بے جا دفاع وحمایت میں سرگرم اور عمران خان کے مخالف جماعتوں اور افراد کے خلاف پروپیگنڈا مہم میں بہت متحرک ہے، جس سے موجودہ دور کا ایک مخصوص ومحدود نوخیز اور نوجوان غیر سنجیدہ طبقہ نہ صرف یہ کہ بری طرح متاثر ہو رہا ہے، بلکہ جذباتی اور جنونی ہو رہا ہے، اور اس کے نتیجہ میں حقائق مسخ اور انارکی جیسی فضاء قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، جو اِن شاء اللہ تعالیٰ کامیاب نہ ہوگی۔ جھوٹ اور پروپیگنڈا مہم پر مبنی حالات کی چودہ سو سال پہلے احادیث میں پیش گوئی فرمادی گئی تھی، اور ان پر سخت عذاب کی تنبیہ بھی کردی گئی تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى تَظْهَرَ الْفِتَنُ، وَيَكْثُرَ الْكَذِبُ (مسند أحمد، حديث نمبر ١٠٧٢٤) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک مختلف فتنے ظاہر نہ ہو جائیں، اور جھوٹ نہ پھیل جائے (مسند احمد)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: رَأَيْتُ اللَّيْلَةَ رَجُلَيْنِ أَتَيَانِيْ، قَالَا: اَلَّذِيْ رَأَيْتَهُ يُشَقُّ شِدْقُهُ فَكَذَّابٌ، يَكْذِبُ بِالْكَذْبَةِ تُحْمَلُ عَنْهُ حَتّٰى تَبْلُغَ الْآفَاقَ، فَيُصْنَعُ بِهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (صحيح بخاری، حديث نمبر ٦٠٩٦، كتاب الادب)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے رات (خواب میں) دو آدمیوں کو دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے، انہوں نے (مجھ سے) کہا کہ جس آدمی کو آپ نے اس حال میں دیکھا تھا کہ اس کے جبڑے چیرے جارہے تھے، وہ بہت بڑا جھوٹا تھا، اور اس طرح جھوٹ بولتا تھا کہ اس کا جھوٹ دنیا کے اطراف میں پھیل جاتا تھا، تو قیامت کے دن تک اس کے ساتھ اسی طرح کے عذاب کا معاملہ ہوتا رہے گا (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:سَیَأْتِی عَلَی النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ یُصَدَّقُ فِیھَا الْکَاذِبُ ،وَیُکَذَّبُ فِیھَا الصَّادِقُ، وَیُؤْتَمَنُ فِیھَا الْخَائِنُ ، وَیُخَوَّنُ فِیھَا الْأَمِینُ ،وَیَنْطِقُ فِیھَا الرُّوَیْبِضَۃُ ،قِیلَ وَمَا الرُّوَیْبِضَۃُ؟ قَالَ الرَّجُلُ التَّافِہُ فِی أَمْرِ الْعَامَّۃِ (سنن ابن ماجه،حديث نمبر ۴۰۳۶، ابواب الفتن) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر مکروفریب والے چند سال آئیں گے،جن میں ''جھوٹے'' کو''سچا''اور'' سچے'' کو''جھوٹا'' قرار دیا جائے گا، اور''خیانت دار'' کو''امانت دار''اور''امانت دار'' کو''خیانت دار'' قرار دیا جائے گا،اور ان سالوں میں''رُوَیْبِضَۃ''زبان درازی کرے گا،سوال کیا گیا کہ''رُوَیْبِضَۃ'' کیا ہے؟اس کے جواب میں فرمایا کہ گھٹیا وحقیر(وبے وقوف)شخص،جوعوامی(ملکی وملی مسائل)میں زبان درازی کرے گا(سنن ابنِ ماجہ)

اورانس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :إِنَّ أَمَامَ الدَّجَّالِ سِنِینَ خَدَّاعَۃً ، یُکَذَّبُ فِیھَا الصَّادِقُ ،وَیُصَدَّقُ فِیھَا الْکَاذِبُ ،وَیُخَوَّنُ فِیھَا الْأَمِینُ، وَیُؤْتَمَنُ فِیھَا الْخَائِنُ ،وَیَتَکَلَّمُ فِیھَا الرُّوَیْبِضَۃُ ،قِیلَ وَمَا الرُّوَیْبِضَۃُ ؟قَالَ الْفُوَیْسِقُ یَتَکَلَّمُ فِی أَمْرِ الْعَامَّۃِ (مسند احمد، حديث نمبر ۱۳۲۹۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلاشبہ دجال کے ظاہر ہونے سے پہلے چند سال دھوکے اور مکر وفریب والے ہوں گے ،جن میں'' سچے'' کو''جھوٹا'' اور ''جھوٹے'' کو''سچا'' قرار دیا جائے گا،اور''امانت دار'' کو''خیانت دار''اور''خیانت دار'' کو''امانت دار'' قرار دیا جائے گا،اوران سالوں میں''رُوَیْبِضَۃ''زبان درازی کرے گا،سوال کیا گیا کہ ''رُوَیْبِضَۃ'' کیا ہے؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ فاسق (وبدکردار)آدمی،جوعوام ورعایا کے کاموں میں زبان درازی کرے گا(مسند احمد)

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔آمین۔

---

[1] قال شعيب الارنؤوط:حديث حسن(حاشية سنن ابنِ ماجه)

[2] قال شعيب الارنؤوط:اسناده حسن(حاشية مسند احمد)

درسِ قرآن (سورہ آلِ عمران: قسط26، آیت نمبر97) مفتی محمد رضوان

’’بیتُ اللّٰہ‘‘ کے حج کی فرضیت

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (97)

(سورة آلِ عمران، رقم الآیة97)

اوراللہ کے لیے لوگوں پر اس بیت کا حج ہے، جو استطاعت رکھے، اس (بیت) کی طرف سبیل کی، اور جو شخص انکار کرے، تو بے شک اللہ غنی ہے، تمام عالمین سے(97)

تفسیر وتشریح

مذکورہ آیت سے صاحبِ استطاعت لوگوں پر حج کی فرضیت کا ثبوت ہوتا ہے، اور حج، اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں داخل ہے، جس کا انکار کرنے والا کافر ہے، اسی لیے حج کی فرضیت کا حکم دینے کے بعد یہ فرمایا گیا کہ ’’وَمَنْ کَفَر‘‘۔

انکار کرنے میں وہ شخص تو داخل ہے ہی، جو صاف طور پر حج کے فریضہ کا منکر وانکاری ہو، حج کو فرض ہی نہ سمجھے، ایسے شخص کا دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہونا تو ظاہر ہے، اس لئے ’’کَفَرَ‘‘ یعنی کفرو انکار کرنے کا لفظ اس پر صاف طور سے پورا اُترتا ہے۔

اور جو شخص حج کو عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے، لیکن استطاعت وقدرت کے باوجود حج نہیں کرتا، تو وہ بھی ایک حیثیت سے، یعنی عملی طور پر منکر ہی ہے، اس کے حق میں کفروانکار تنبیہ کے لئے ہے، کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے، جیسے کافر حج نہیں کرتے، یہ بھی عمل کے اعتبار سے ایسا ہی ہے، اگرچہ وہ حقیقت میں دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہو۔

’’وَمَنْ کَفَر‘‘ آیت کے اس جملہ میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید اور تنبیہ ہے، جو باوجود قدرت واستطاعت کے حج نہیں کرتے کہ وہ اپنے اس عمل سے کافروں کی طرح ہوگئے، کیونکہ اس

آیت میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے طرزِ عمل کو ''کفر'' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔اور''فَاِنَّ اللہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ'' کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس کا مطلب یہی ہوا کہ ایسے ناشکرے اور نافرمان لوگ جو کچھ بھی کریں اور جس حال میں فوت ہوں، اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

احادیث میں بھی حجِ بیتُ اللہ کی عظیم فرضیت واہمیت آئی ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ، شَھَادَۃِ أَنْ لَّا إِلٰـہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ، وَإِقَامِ الصَّلَاۃِ، وَإِیْتَاءِ الزَّکَاۃِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (صحیح البخاری،رقم الحدیث ۸،کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم :بنی الإسلام علی خمس)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (عبادت کے لائق) نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکاۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلِ امین نے رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جوابات دیے، جن میں ایک سوال اسلام کے بارے میں تھا، جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ:

وَقَالَ:یَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِیْ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْھَدَ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَتُقِیْمَ الصَّلَاۃَ، وَتُؤْتِیَ الزَّکَاۃَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَیْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَیْہِ سَبِیْلًا، قَالَ :صَدَقْتَ (صحیح مسلم،رقم الحدیث ۸'' ا ''کتاب الایمان، باب معرفۃ الایمان والاسلام والقدر وعلامۃ الساعۃ)

ترجمہ: اور حضرت جبریلِ امین نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے (کہ اس کی حقیقت کیا ہے) تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ آپ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سِوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، اور آپ نماز قائم کریں، اور آپ زکاۃ ادا کریں، اور آپ رمضان کے روزے رکھیں، اور آپ بیتُ اللہ کا حج کریں، اگر آپ استطاعت رکھیں، اس کی طرف جانے کی، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ حج کرنا اسلام کے بنیادی ارکان اور تقاضوں میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوْا (صحيح مسلم، رقم الحديث ١٣٣٧ "٤١٢"" كتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کر دیا ہے، لہٰذا تم حج کرو (صحیح مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَمَّا فَرَغَ إِبْرَاهِيْمُ مِنْ بِنَاءِ الْبَيْتِ قَالَ: رَبِّ قَدْ فَرَغْتُ، فَقَالَ: أَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ، قَالَ: رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِيْ؟ قَالَ: أَذِّنْ وَعَلَيَّ الْبَلَاغُ، قَالَ: رَبِّ كَيْفَ أَقُوْلُ؟ قَالَ: قُلْ: يَآ أَيُّهَا النَّاسُ، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ، حَجُّ الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَسَمِعَهٗ مَنْ بَيْنَ السَّمآءِ وَالْأَرْضِ أَلَا تَرٰى أَنَّهُمْ يَجِيْئُوْنَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ يُلَبُّوْنَ؟ (مستدرك حاكم، رقم الحديث ٣٤٦٤، ج٢ ص ٤٢١، كتاب التفسير، تفسير سورة الحج) [1]

---

[1] قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیتُ اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں (بیتُ اللہ کی تعمیر سے) فارغ ہو چکا ہوں، تو اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرمائیے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! کیا میری آواز (لوگوں تک) پہنچ جائے گی؟ تو اللہ نے فرمایا کہ آپ اعلان فرمائیے، اور (آواز کا) پہنچانا ہمارے ذمہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں کس طرح اعلان کروں؟ اللہ نے فرمایا کہ آپ یہ کہیے کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا ہے، بیتِ عتیق (یعنی بیتُ اللہ) کا حج (حضرت ابراہیم السلام نے اسی طرح اعلان کر دیا) تو حضرت ابراہیم کے اس اعلان کو آسمان اور زمین کے درمیان والے سب نے سن لیا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لوگ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے (حج وعمرہ کے لیے جوق در جوق چلے) آتے ہیں (یہ اسی اعلان کا اثر ہے) (مستدرک حاکم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ أَبَدًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ: بَلْ حَجَّةٌ وَاحِدَةٌ، وَلَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ (مسند احمد، رقم الحديث ٣٥٢٠) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ عزوجل نے تم پر حج کو فرض قرار دے دیا ہے، یہ سن کر اقرع بن حابس نام کے صاحب نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہمیشہ کے لیے فرض قرار دے دیا؟ جس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال ابن حجر: وأقوى ما فيه عن ابن عباس ما أخرجه أحمد بن منيع فى مسنده وابن أبى حاتم من طريق قابوس بن أبى ظبيان عن أبيه عنه قال لما فرغ إبراهيم عليه السلام من بناء البيت قيل له أذن فى الناس بالحج قال رب وما يبلغ صوتى قال أذن وعلى البلاغ قال فنادى إبراهيم يا أيها الناس كتب عليكم الحج إلى البيت العتيق فسمعه من بين السماء والأرض أفلا ترون أن الناس يجيئون من أقصى الأرض يلبون (فتح البارى، ج٣ص ٤٠٩، قوله باب التلبية)

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

www.idaraghufran.org

علیہ وسلم نے فرمایا، بلکہ ایک مرتبہ حج فرض ہے، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہمیشہ حج فرض ہوجاتا (مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

أَنَّ الْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَجُّ كُلَّ عَامٍ؟ فَقَالَ: لَا، بَلْ حَجَّةٌ، فَمَنْ حَجَّ بَعْدَ ذٰلِكَ، فَهُوَ تَطَوُّعٌ، وَلَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَسْمَعُوْا وَلَمْ تُطِيْعُوْا (مسند احمد، رقم الحديث ۳۵۱۰) [1]

ترجمہ: اُقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ ایک مرتبہ فرض ہے، پس جو اس کے بعد حج کرے، تو وہ نفلی حج ہے، اور اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال حج فرض ہوجاتا، اور اگر ہر سال حج فرض ہوجاتا، تو تم نہ تو اس حکم کو سنتے، اور نہ اطاعت کرتے (مسند احمد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلْحَجُّ فِيْ كُلِّ عَامٍ؟ قَالَ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَقُوْمُوْا بِهَا، وَلَوْ لَمْ تَقُوْمُوْا بِهَا عُذِّبْتُمْ (سنن ابن ماجه، رقم الحديث ۲۸۸۵) [2]

ترجمہ: لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو ہر سال فرض ہوجاتا، اور اگر ہر سال فرض ہوجاتا، تو تم اس کو اداء نہ کرتے، اور اگر تم اس کو اداء نہ کرتے، تو تمہیں عذاب دیا جاتا (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ

---

[1] قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح (حاشية مسند احمد)

[2] قال شعيب الارنؤوط: إسناده قوى (حاشية سنن ابن ماجه)

عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ حَتّٰى قَالَهَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُكُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰى أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَدَعُوْهُ (مسلم، رقم الحديث ۱۳۳۷ "۴۱۲")

ترجمہ: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج کو فرض کردیا ہے، تو تم حج کرو، ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو حج ہر سال فرض ہوجاتا، اور تم اس کی استطاعت نہ رکھتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے چھوڑے رکھو، جب تک میں تمہیں چھوڑے رکھوں، پس تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں سے زیادہ سوال کرنے اور ان سے اختلاف کرنے کی بناء پر ہلاک ہوچکے ہیں، پس جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں، تو تم اپنی استطاعت کے مطابق اس کو بجالاؤ، اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں، تو تم اس کو چھوڑ دو (مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ، فَقَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَقَامَ رَجُلٌ ،فَقَالَ: أَكُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: فَسَكَتَّ عَنْهُ حَتّٰى أَعَادَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، قَالَ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ مَا قُمْتُمْ بِهَا، ذَرُوْنِيْ مَا تَرَكْتُمْ، فَإِنَّمَا هَلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ بِكَثْرَةِ سُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عن أَنْبِيَائِهِمْ، فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ، فَاجْتَنِبُوْهُ، وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ، فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَذَكَرَ أَنَّ هٰذِهِ الْآيَةَ الَّتِيْ فِي الْمَائِدَةِ نَزَلَتْ فِيْ ذٰلِكَ: "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ

أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" (صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٣٧٠٤) [1]

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا، اور فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ نے تم پر حج کو فرض کر دیا ہے، تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو حج ہر سال فرض ہو جاتا، اور پھر تم اس کو ادا نہ کرتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھے چھوڑے رکھو، جب تک کہ میں تمہیں چھوڑے رکھوں، پس تم سے پہلے لوگ اپنے نبیوں سے زیادہ سوال کرنے اور ان سے اختلاف کرنے کی بناء پر ہلاک ہو چکے ہیں، پس جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں، تو تم اس کو چھوڑ دو، اور جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں، تو تم اپنی استطاعت کے مطابق اس کو بجالاؤ،، اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سورہ مائدہ کی یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی کہ "يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" (یعنی اے ایمان والو! تم سوال نہ کرو، ان چیزوں کے بارے میں کہ اگر تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں، تو تم کو بری لگیں) (ابنِ حبان)

مذکورہ اور اس جیسی احادیث سے حج کی اہمیت اور فرضیت پر روشنی پڑتی ہے۔

کئی احادیث میں حج کے فضائل کا بھی ذکر آیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (بخاری، رقم الحديث ١٧٧٣، كتاب الحج، مسلم، رقم الحديث ١٣٤٩ "٤٣٧")

ترجمہ: اور حجِ مبرور کی جزاء و بدلہ صرف جنت ہے (بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ

[1] قال شعيب الارنؤوط: إسناده صحيح (حاشية صحيح ابن حبان)

يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (صحيح البخارى،رقم الحديث ۱۵۲۱،كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے لئے (یعنی اللہ کی رضا کے لئے اخلاص کے ساتھ) حج کیا،اور(اس میں) نہ تو شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا،تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے) اس طرح (پاک صاف ہوکر) لوٹے گا جس طرح وہ اپنی ماں سے پیدا ہونے کے دن (گناہوں سے پاک صاف) تھا(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (سنن الترمذى،رقم الحديث ۸۱۱،ابواب الحج،باب ما جاء فى ثواب الحج والعمرة) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا،اور نہ تو(اس حج میں) شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا،تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جائیں گے(ترمذی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم،رقم الحديث ۱۹۲"۱۲۱"كتاب الايمان،باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج)

ترجمہ: بے شک اسلام گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (وختم) کردیتا ہے، اور ہجرت گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (وختم) کردیتی ہے اور حج گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (وختم) کردیتا ہے(صحیح مسلم)

---

[1] قال الترمذى:حديث أبى هريرة حديث حسن صحيح وأبو حازم كوفى وهو الأشجعى، :واسمه سلمان مولى عزة الأشجعية "

www.idaraghufran.org

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ،لَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا،إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ (سنن الترمذی،رقم الحدیث ۲۵۳۰، ابواب صفة الجنة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور نمازیں پڑھیں،اور بیتُ اللہ کا حج کیا،راوی کہتے ہیں کہ شاید زکاۃ کی ادائیگی کا بھی ذکر فرمایا،تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادے(ترمذی)

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ، ثُمَّ الْجِهَادُ، ثُمَّ حَجَّةٌ بَرَّةٌ تَفْضُلُ سَائِرَ الْعَمَلِ كَمَا بَيْنَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ إِلٰى مَغْرِبِهَا (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۰۱۰) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانا، پھر جہاد، پھر حجِّ مبرور تمام اعمال پر اس طرح (انتہائی) افضل ہے،جیسا کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے درمیان (کا فاصلہ)(مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ غَازِيًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهُ أَجْرُ الْغَازِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المعجم الأوسط للطبرانی،رقم الحدیث ۵۳۲۱،ج۵ص۲۸۲، باب المیم؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۶۳۵۷) [2]

---

[1] قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح(حاشیة مسند احمد)

[2] قال الهيثمي: رواه أبو يعلى وفيه ابن إسحاق وهو مدلس، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۹۴۵۶)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص عمرہ کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے، اس کے لیے قیامت تک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص جہاد کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا (طبرانی، ابویعلیٰ)

سورہ آلِ عمران کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط ''مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا'' بتائی گئی ہے کہ حج اس پر فرض ہے جو بیت اللہ کی طرف سبیل کی استطاعت رکھتا ہو۔

حج فرض ہونے میں صاحبِ استطاعت کی حیثیت کی تعیین کے لئے فقہائے کرام نے سورۂ آلِ عمران کی مذکورہ آیت کو ہی بنیاد بنایا ہے۔

اس آیت میں ایک تو استطاعت کی قید لگائی گئی ہے، اور ایک ''سبیل'' کی قید لگائی گئی ہے۔عربی لغت کے اعتبار سے ''استطاعت'' ایسی قدرت حاصل ہونے کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ذریعہ سے اس فعل کو بجالانا ممکن ہو۔

اور حسّی، بدنی اور شرعی رکاوٹ ہونے کی صورت میں استطاعتِ صحیحہ حاصل نہیں ہوتی۔

حسّی رُکاوٹ میں راستہ کا مامون نہ ہونا، اور حکومت کی رُکاوٹ نہ ہونا بھی داخل ہے، اور موانعِ شرعی میں عورت کے لئے محرم کا نہ ہونا، اور عورت کا عدت میں ہونا بھی داخل ہے۔

اور لغت میں ''سبیل'' راستے کو کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سہل راستے کو کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ سبیل ان چیزوں کو بھی کہا جاتا ہے، جو کسی چیز کی طرف پہنچنے، یا کسی چیز کو حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہوں، جس طرح سے کہ راستہ اور سواری منزل تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوتے ہیں۔ [1]

---

[1] سبل :السبيل الطريق الذى فيه سهولة وجمعه سبل قال (وأنهارا وسبلا -وجعل لكم فيها سبلا - ليصدونهم عن السبيل) يعنى به طريق الحق لان اسم الجنس إذا أطلق يختص بما هو الحق وعلى ذلک (ثم السبيل يسره) وقيل لسالكه سابل وجمعه سابلة وسبيل سابل نحو شعر شاعر، وابن السبيل المسافر البعيد عن منزله، نسب إلى السبيل لممارسته إياه، ويستعمل السبيل لكل ما يتوصل به إلى شىء خيرا كان أو شرا(المفردات فى غريب القرآن للاصفهانى،ج ا ص ۳۹۵، ۳۹۶، مادة'' سبل'')

پس جب تک کسی کو حج کے لئے سفر کرنے اور جانے کی استطاعت حاصل نہیں ہوگی، اور مالی، بدنی، یا شرعی وحسّی مانع موجود ہوگا، اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

اس آیت میں کیونکہ بیت اللہ تک سبیل کی استطاعت وقدرت کا ذکر ہے، اور کسی شرعی عمل کو انجام دینے کے لئے فی نفسہٖ استطاعت وقدرت یا تو بدن کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یا مال کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یا بدن اور مال دونوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

حج کی استطاعت کے لیے، حج کے سفر کی آمدورفت کی ضروریات واخراجات کا ہونا، اور بدن کا ایسے امراض اوراعذار سے سلامت ہونا، جو حج میں رکاوٹ پیدا کریں، اور راستہ میں اپنی جان اور مال کا محفوظ ہونا، اور عورت کے لیے محرَم کا ہونا، یا بعض فقہاء کے نزدیک ثقہ عورتوں، یا مامون قافلہ کا ہونا ضروری ہے۔ [1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہرِ روایت کے مطابق حج فرض ہونے کے لئے بدنی اور مالی دونوں قسم کی استطاعت وقدرت ضروری ہے، کیونکہ صحتِ بدن کے بغیر سبیل کی بدنی استطاعت کا تصور نہیں کیا جا سکتا، جس طرح سے کہ سواری اور کھانے پینے کے اخراجات کے بغیر مالی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے جو چیزیں بدن کے بیتُ اللہ تک پہنچنے میں رُکاوٹ ہوں، خواہ شرعاً (جیسے محرَم کے بغیر اور عدت میں عورت کا جانا) اور خواہ حسّاً رُکاوٹ ہوں (جیسے راستہ کا پُرامن نہ ہونا، حکومت کی طرف سے رُکاوٹ کا ہونا وغیرہ) ان کے ہوتے ہوئے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے

[1] القدرة على أداء الحج:

اتفق الفقهاء على أن من شروط وجوب الحج الاستطاعة، لقوله تعالى :(ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا)

وذهب الفقهاء إلى أن الاستطاعة، أى القدرة تتحقق بما يأتى:

أ -وجود الزاد والراحلة، وهو وجود المال الذى يكفى النفقة ذهابا وإيابا.

ب -سلامة البدن من الأمراض والعاهات التى تعوق عن الحج، ويعتبر العاجز بنفسه قادرا بقدرة غيره، كالأعمى الذى يجد من يقوده، والمقعد الذى يجد من يحج عنه.

ج -أمن الطريق وذلک بأن يكون الإنسان آمنا على نفسه وماله.

د -وجود محرم بالنسبة للمرأة أو رفقة مأمونة كما يقول بعض الفقهاء(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۲، ص ۳۴۹،مادة"قدرة")

نزدیک حج سرے سے فرض نہیں ہوتا۔ [1]

[1] مالی استطاعت کا ہونا حج کی شرطِ وجوب ہے، اور خود حج بدنی عبادت ہے، لہٰذا بدنی استطاعت تو خود اس وجہ سے شرط ہوئی کہ حج بدنی عبادت ہے، اور مالی استطاعت اس کے واجب ہونے کے اعتبار سے شرط ہوئی، اور بعض روایات میں جو استطاعت کی تفسیر زاد وراحلہ سے کی گئی ہے، وہ مکمل تفسیر نہیں ہے، بلکہ صرف مالی عبادت ہونے کی جہت سے ہے، اور صحتِ بدن کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

اس لئے حج کے لئے بدنی استطاعت کو شرطِ وجوبِ اداء کا درجہ دے کر اپاہج اور معذور پر حج فرض قرار دینا اور مالی استطاعت کو شرطِ وجوب کا درجہ دینا راجح نہیں۔

والقدرة إما بالبدن أو بالمال أو بهما .وإلى الأول ذهب الإمام مالک فيجب الحج عنده على من قدر على المشى والكسب فى الطريق، وإلى الثانى ذهب الإمام الشافعى ولذا أوجب الاستنابة على الزمن إذا وجد أجرة من ينوب عنه، وإلى الثالث ذهب إمامنا الأعظم رضى الله تعالى عنه، ويؤيده ما أخرجه البيهقى، وغيره عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما أنه قال :السبيل أن يصح بدن العبد ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يجحف به.واستدل الإمام الشافعى رضى الله تعالى عنه بما أخرجه الدارقطنى عن جابر بن عبد الله قال : لما نزلت هذه الآية وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قام رجل فقال :يا رسول الله ما السبيل؟ قال :الزاد والراحلة.وروى هذا من طرق شتى وهو ظاهر فيما ذهب إليه الشافعى حيث قصر الاستطاعة على المالية دون البدنية، وهو مخالف لما ذهب إليه الإمام مالک مخالفة ظاهرة، وأما إمامنا فيؤول ما وقع فيه بأنه بيان لبعض شروط الاستطاعة بدليل أنه لو فقد أمن الطريق مثلا لم يجب الحج عليه، والظاهر أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتعرض لصحة البدن لظهور الأمر كيف لا والمفسر فى الحقيقة هو السبيل الموصل لنفس المستطيع إلى البيت وذا لا يتصور بدون الصحة، ومما يؤيد أن ما فى الحديث بيان لبعض الشروط أنه ورد فى بعض الروايات الاقتصار على واحد مما فيه، فقد أخرج الدارقطنى أيضا عن على كرم الله تعالى وجهه أن النبى صلّى الله عليه وسلم سئل عن السبيل فقال :أن تجد ظهر بعير ولم يذكر الزاد. هذا واستدل بالآية على أن الاستطاعة قبل الفعل وفساد القول بأنها معه، ووجه الاستدلال ظاهر، وأجيب بأن الاستطاعة التى ندعى أنها مع الفعل هى حقيقة القدرة التى يكون بها الفعل وتطلق الاستطاعة على معنى آخر هو سلامة الأسباب والآلات والجوارح أى كون المكلف بحيث سلمت أسبابه وآلاته وجوارحه ولا نزاع لنا فى أن هذه الاستطاعة قبل الفعل وهى مناط صحة التكليف وما ى الآية بهذا المعنى كذا قالوا(روح المعانى ،ج٢،ص٢٢٥،سورة آل عمران)

مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ اى الى البيت سَبِيلًا الموصول بدل من الناس بدل البعض خصص له فلا يجب الحج على غير المستطيع والسبيل الطريق منصوب على المفعولية واليه حال منه مقدم عليه والمراد به الذهاب على طريقة جرى النهر يعنى من استطاع ذهابا الى البيت ولاجل قصر الحكم على المستطيع اجمع العلماء على انه يشترط لوجوب الحج ان يكون الطريق أمنا والمنازل الماهولة معمورة يوجد فيه الزاد والماء وعند فوات الا من لا يجب الحج وكون البحربينه وبين مكة إذا كانت السلامة غالبة لا يمنع وجوب الحج عندهم خلافا لاحد قول الشافعى وكذلک يشترط عند ابى حنيفة ومالک الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وان كان له مال يمكن ان يستنيب من يحج عنه لانه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستنابة وقال الشافعى واحمد هو مستطيع بماله قال البغوى يقال فى العرف فلان مستطيع لبناء داروان كان لا يفعله بنفسه وانما يفعله بماله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

خلاصہ یہ کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جس کو بیتُ اللہ تک جانے کی بدنی، یا مالی قدرت نہ ہو، اس پر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وباعوانه -قلنا هو غير مستطيع على الحج الذى هو عبارة عن اركان مخصوصة وانما هو مستطيع على الانفاق والمقصود فى البناء ليس إتيانه بنفسه بخلاف العبادات البدنية فلا يجرى فيه ذلك العرف واحتج الشافعى واحمد بحديث ابن عباس رضى الله عنهما قال كان الفضل ردف النبى صلى الله عليه وسلم فجاءت امراة من خثعم فجعل الفضل ينظر إليها وتنظر اليه وجعل النبى صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الاخر فقالت يا رسول الله ان فريضة الله على عباده فى الحج أدركت ابى شيخا كبيرا لا يستطيع ان يمسك على الرحل أفأحج عنه قال نعم وفى رواية لا يستطيع ان يستوى على الراحلة فهل تقضى عنه ان أحج عنه قال نعم وذلك فى حجة الوداع -متفق عليه والجواب انه حديث احاد لا يجوز به نسخ الكتاب المقتضى لاشتراط الاستطاعة وقد قيل فى الجواب ان معناه فريضة الله على عباده فى الحج الذى وقع بشرط الاستطاعة صادف ابى بصفة عدم الاستطاعة افاحج عنه اى هل يجوز لى ذلك او هل فيه اجر ومنفعة له فقال نعم وتعقب بان فى بعض ألفاظه والحج مكتوب عليه ونحوه وأجيب بانه لو صح تلك الألفاظ فهو ظن من امراة ظنت ظنا وتعقب بان النبى صلى الله عليه وسلم أجابها عن سوالها ولو كان ظنها غلطا لبينه لها وأجيب بانه انما أجابها عن سوالها افاحج عنه فقال حجى عنه لما راى من حرصها على إيصال الخير والثواب لابيها ويؤيده ما رواه عبد الرزاق من حديث ابن عباس فزاد فى الحديث حجى عن أبيك فان لم تزده خيرا لم تزده شرا -لكن جزم الحفاظ بانها رواية شاذة والاولى ان يحمل الحديث على من استقر فى ذمته صحيحا ثم طرا عليه ضعف وزمانة فانه لا يسقط عنه الحج بل يجب عليه ان يحج عنه غيره من ماله ما دام حيّا او يوصى به عند موته وإذا مات ولم يحج يحج عنه وارثه او يحج عنه أجنبيا من ماله ان شاء فالحج عن الغير قضاء بمثل غير معقول ثبت بهذا الحديث كما ثبت الفدية عن الصوم فى حق الشيخ الفانى بنص الكتاب - وافتراض الحج كان عام الحديبية سنه بقوله تعالى وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ وهذه قصة حجة الوداع فلعل أباه ضعف فى تلك السنين بعد الوجوب والله اعلم وكذا يشترط البصارة عند ابى حنيفة فلا يجب الحج على الأعمى وان وجد قائدا لأنه غير مستطيع بنفسه والاستطاعة بالغير غير معتبر عنده وقال ابو يوسف ومحمد والجمهور الأعمى إذا وجد قائدا يجب عليه الحج وكذا الخلاف فى وجوب الجمعة على الأعمى ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابى حنيفة فى حق المرأة ان يكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة مراحل وقال احمد يشترط ذلك مطلقا طال المسافة او قصرت فان لم يكن لها رجل كذلك او كان ولا يخرج معها او كان لا يخرج معها الا بأجرة وهى لا تقدر على الاجرة لا يجب عليها الحج وذلك لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة -وجه قول ابى حنيفة فى اشتراط مسافة ثلاثة ايام حديث ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا تسافر المرأة ثلاثا الا معها ذو محرم -متفق عليه وفى رواية لمسلم لا يحل لامراة تؤمن بالله واليوم الاخر تسافر مسيرة ثلاث ليال الا ومعها ذو محرم -وفى رواية فوق ثلاث وفى الباب مقيدا بثلاثة ايام حديث ابى هريرة رواه مسلم والطحاوى -وفى رواية للطحاوى فوق ثلاث ليال -وحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ ثلاثة ايام رواه الطحاوى -وحديث ابى سعيد الخدرى رواه مسلم والطحاوى بلفظ ثلاثة ايام فصاعدا -وفى رواية لمسلم بلفظ فوق ثلاث وبلفظ اكثر من ثلاث..........

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

www.idaraghufran.org

سرے سے حج فرض نہیں ہوتا، بدنی قدرت نہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ مثلاً وہ اپاہج ہو، اور مالی قدرت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مالدار نہ ہو، بلکہ غریب ہو، جس کی وجہ سے اُسے بیتُ اللہ وعرفات تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾ والمراد بالاستطاعة الاستطاعة على سفر معتاد بحيث لا يلحقه حرج ومن ثم يشترط عند الجمهور ان يكون له زاد وراحلة فاضلا عما لا بد منه وعن الديون وعن نفقة عياله الى حين عوده فان المشغول بالحاجة الاصلية كالمعدوم ولذا لا يجب فيه الزكوة ومن لا زاد له اولا راحلة له لا يستطيع السفر غالبا والحرج مدفوع فى الشرع وقال داود لا يشترط لوجوب الحج زاد ولا راحلة -وقال مالک ان كان هو ممن له عادة بالسؤال او كان يمكنه ان يكتسب فى الطريق لا يشترط له الزاد وان كان قادرا على المشى لا يشترط له الراحلة وقد قال الله تعالى وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ قلنا الواقع فى جواب الأمر يكون اخبارا عن الواقع ولا يكون دليلا على وجوب الحج بلا راحلة والقدرة على المشى امر خفى وقد يزول القدرة فى أثناء الطريق فلا بد من اشتراط زاد وراحلة من ابتداء السفر كيلا يفضى الى الهلاک (التفسير المظهرى، ج۲، ۹۸، ۹۹، سورة آلِ عمران)

[1] الخصلة الثانية للاستطاعة :صحة البدن :إن سلامة البدن من الأمراض والعاهات التى تعوق عن الحج شرط لوجوب الحج.فلو وجدت سائر شروط وجوب الحج فى شخص وهو مريض زمن أو مصاب بعاهة دائمة، أو مقعد أو شيخ كبير لا يثبت على آلة الركوب بنفسه فلا يجب عليه أن يؤدى بنفسه فريضة اتفاقا.

لكن اختلفوا هل صحة البدن شرط لأصل الوجوب، أو هى شرط للأداء بالنفس :ذهب الشافعية والحنابلة والصاحبان من الحنفية إلى أن صحة البدن ليست شرطا للوجوب، بل هى شرط للزوم الأداء بالنفس، فمن كان هذا حاله يجب عليه الحج، بإرسال من ينوب عنه .

وقال الإمامان أبو حنيفة ومالک :إنها شرط للوجوب، وبناء على ذلک لا يجب على فاقد صحة البدن أن يحج بنفسه ولا بإنابة غيره، ولا الإيصاء بالحج عنه فى المرض .

استدل الأولون :بأنه صلى الله عليه وسلم فسر الاستطاعة بالزاد والراحلة، وهذا له زاد وراحلة فيجب عليه الحج.واستدل أبو حنيفة ومالک بقوله تعالى :(من استطاع إليه سبيلا) وهذا غير مستطيع بنفسه فلا يجب عليه الحج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۳۳، مادة"حج")

ذهب الشافعية والحنابلة وصاحبا أبى حنيفة -فى ظاهر الرواية -إلى أن من عجز عن السعى إلى الحج وهو قادر على مال يحج به عن نفسه يلزمه أن يستنيب من يحج عنه، لأنه مستطيع بغيره، إذ الاستطاعة كما تكون بالنفس تكون ببذل المال وطاعة الرجال، وإذا صدق عليه أنه يستطيع وجب عليه الحج .

وقال المالكية وأبو حنيفة -فى ظاهر الرواية -والصاحبان فى رواية عنهما :إن الزمن لا يجب عليه الحج وإن ملک الزاد والراحلة حتى لا يجب الإحجاج بماله، لأن الأصل لما لم يجب، لم يجب البدل .

قال الكاسانى فى تعليل عدم وجوب الحج على الزمن :إن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهى سلامة الأسباب والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه فى سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۴، ص۱۱و۱۲، مادة"زمانة")

اب ہم حج کی فرضیت کے خلاصہ کے طور پر کہہ سکتے ہیں کہ جس مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد غیر معذور کی ملکیت میں حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کیئے جانے کے وقت اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائداور فاضل اتنا مال ہو کہ جس سے وہ بیتُ اللہ وعرفات تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہواور واپسی تک اپنے اُن اہل وعیال ومتعلقین کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے، جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہےاور راستہ بھی مامون (امن والا) ہواور حکومت وغیرہ کی طرف سے کوئی رُکاوٹ نہ ہو، تو ایسے ہر مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے، عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے اور عدت میں سفر کرنا شرعاً جائز نہیں، اس لئے وہ حج ادا کرنے پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی، جبکہ اس کے ساتھ شوہر، یا کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو، یا یہ عورت اس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے، اور وہ عورت عدت میں بھی نہ ہو۔

www.idaraghufran.org

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

شوال اور عیدُ الفطر
کے فضائل واحکام

اس رسالہ میں قرآن وحدیث، فقہ اور اہلِ سنت والجماعت کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی سال کے دسویں مہینے ''شوال المکرّم'' کے فضائل، مسائل، احکام ومنکرات کو مدلل ومفصل انداز میں تحریر کیا گیا ہے، اور صدقۂ فطر، چاندرات، عید کی نماز وخطبہ، عید کی رسموں اور شش عید کے روزوں وغیرہ کے متعلق فضائل ومسائل، بدعات ومنکرات پر کلام کیا گیا ہے، اور اسی کے ساتھ آخر میں ماہِ شوال سے متعلق تاریخی واقعات کو بھی باحوالہ جمع کردیا گیا ہے، اس طرح بحمداللہ تعالیٰ یہ مجموعہ عوام اور اہلِ علم کے لئے یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہوگیا ہے۔

مؤلف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

ماہِ ذی قعدہ اور حج
کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے ''ذی قعدہ'' کے متعلق فضائل ومسائل اور قابلِ توجہ اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز ماہِ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج وعمرہ کے فرض وواجب ہونے سے متعلق بھی بنیادی اور اُصولی احکام چند رائج منکرات کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، اور فرض حج میں تاخیر کے حیلے بہانوں پر بھی کلام کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ حجِ بدل وحجِ نذر کے مسائل بھی درج کئے گئے ہیں، اور عمرہ کا حکم بھی تحریر کیا گیا ہے، اور چند تحقیق مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے، اور آخر میں ماہِ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مصنف
مفتی محمد رضوان

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام — اضافہ واصلاح شدہ چھٹا ایڈیشن

ذُوالحجہ اور قربانی
کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے بارہویں مہینے یعنی ''ماہِ ذی الحجہ'' سے متعلق فضائل ومسائل اور بدعات ومنکرات کو مفصل ومدلل اور سہل انداز میں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، ماہِ ذی الحجہ خصوصاً عشرۂ ذی الحجہ، شبِ عید، عیدُ الاضحیٰ اور قربانی کے بارے میں قرآن وحدیث میں وارد ہونے والے فضائل ومسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور معتبر کتبِ فقہ وفتاویٰ کے حوالہ جات بھی پیش کیے گئے ہیں، اسی کے ساتھ موجودہ دور میں ان چیزوں سے متعلق پائے جانے والے منکرات وبدعات کو بھی معتدل طریقہ پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس طرح یہ رسالہ بحمداللہ تعالیٰ فضائل ومسائل، دلائل ورذائل کا مجموعہ بن گیا ہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد4
علمی وتحقیقی رسائل
(1)...خوارج سے متعلق احادیث کی تحقیق
(2)...کفار کے مخاطب بالفروع ہونے کا حکم
(3)...غیرُ اللہ کی نذر ونیاز وذبح کا حکم
(4)...رؤیتِ باری تعالیٰ
(5)...قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کا حکم
(6)...خواب میں زیارتِ نبوی ﷺ کا حکم
(7)...محفلِ حُسنِ قرائت کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد5
علمی وتحقیقی رسائل
(1)... پاکستان کی موجودہ رؤیتِ ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت
(2)... مقدس اوراق کا حکم
(3)... قرآن مجید کو بغیر وضو چھونے کا حکم
(4)... خیرُ بِقاعِ الارض کی تحقیق (یعنی شرعاً افضل ترین قطعۂ زمین کون سا ہے؟)

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد6
علمی وتحقیقی رسائل
(1)... مجالسِ ذکر اور اجتماعی ذکر
(2)... جمعہ کے دن دُرود پڑھنے کی تحقیق

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد7
علمی وتحقیقی رسائل
متبرک مقامات وآثار کے فضائل واحکام سے متعلق
13 علمی، فقہی وتحقیقی رسائل کا مجموعہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد8
علمی وتحقیقی رسائل
(1)... اجتہادی اختلاف اور باہمی تعصب
(2)... تفرّد کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد12
علمی وتحقیقی رسائل
(1)...احادیث ختمِ نبوت
(2)... شَفَاعَةُ النَّبِيِّ لِأَبَوَيِ النَّبِيِّ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد15
علمی وتحقیقی رسائل
(1)...حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم
(2)...سابِ رسول کی سزا، وتوبہ

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد16
علمی وتحقیقی رسائل
(1)... جمعہ کے لیے جلدی جانے کی فضیلت کا وقت
(2)... اذانِ جمعہ پر سعی کی تحقیق
(3)... بروز جمعہ، نمازِ جمعہ وظہر کے مخصوص مسئلہ کی تحقیق
(4)... جمعہ میں اذنِ عام وحاکم کی تحقیق
(5)... تعددِ جمعہ واذنِ عام کی حقیقت

مصنف
مفتی محمد رضوان

جلد17
علمی وتحقیقی رسائل
(1)... گاؤں میں جمعہ
(2)... عید کے دن مصافحہ ومعانقہ کا حکم
(3)... عید کے اہم مسائل
(4)... نمازِ عید، باجماعت اور تنہاء پڑھنے کا حکم

مصنف
مفتی محمد رضوان

ملنے کا پتہ

کتب خانہ: ادارہ غفران، چاہ سلطان، گلی نمبر 17 راولپنڈی
فون: 051-5507270

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

برزخ وقبر کی حیات،اور جسم وروح کا تعلق (قسط7)

علامہ ابنِ تیمیہ کا پانچواں حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فمقابر الأنبياء لا تنتن بل الأنبياء لا يبلون وتراب قبورهم طاهر (مجموع الفتاوى، ج٢٧،ص ١٦٠،فصل:في النهي عن اتخاذ القبور مساجد،علة النهي عن الصلاة على المقبرة)

ترجمہ: پس انبیاء کی قبروں میں ، بدبو پیدانہیں ہوتی ، بلکہ انبیائے کرام بوسیدہ نہیں ہوتے ،اوران کی قبروں کی مٹی پاک ہوتی ہے (مجموعُ الفتاویٰ)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مدافن اور مقابر، پاک وصاف ہوتی ہیں، جس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے اجسام متغیر ہونے سے محفوظ اور تر وتازہ رہتے ہیں، پس جب ان کے اجسام نہایت پاک ہیں، توان اجسام سے متصل زمین کا بقعہ بھی نہایت پاکیزہ ہوگا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا چھٹا حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی اپنے فتاویٰ میں ہی فرماتے ہیں کہ:

(فلا تتخذوا القبور مساجد فإني أنهاكم عن ذلك) . فهذه نصوصه الصريحة توجب تحريم اتخاذ قبورهم مساجد مع أنهم مدفونون فيها وهم أحياء في قبورهم ويستحب إتيان قبورهم للسلام عليهم ومع هذا يحرم إتيانها للصلاة عندها واتخاذها مساجد (مجموع

الفتاوی، ج۲۷، ص۵۰۲، فصل فی قصد الصلاۃ والدعاء والعبادۃ فی مکان لم یقصد الأنبیاء فیه الصلاۃ والعبادۃ)

ترجمہ: ''پس تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ، بے شک میں نے تم کو اس بات سے منع کردیا ہے'' پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح حکم ہے، جو قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کے حرام ہونے کو ثابت کرتا ہے، باوجودیکہ انبیائے کرام اُن قبروں میں دفن ہوتے ہیں، اور وہ اپنی قبروں میں حیات ہوتے ہیں، اور اُن کی قبروں پر اُن کو سلام کرنے کے لیے حاضر ہونا مستحب ہے، لیکن اس کے باوجود اُن قبروں کے قریب نماز پڑھنے کے لیے آنا، اور ان کو سجدہ گاہ بنانا، حرام ہے (مجموع الفتاویٰ)

مذکورہ عبارت سے انبیاء علیہم السلام کا قبروں میں حیات ہونا معلوم ہوا۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا ساتواں حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی اپنے فتاویٰ میں ہی فرماتے ہیں کہ:

الأنبیاء والصالحون وإن کانوا أحیاء فی قبورهم وإن قدر أنهم یدعون للأحیاء وإن وردت به آثار فلیس لأحد أن یطلب منهم ذلک ولم یفعل ذلک أحد من السلف لأن ذلک ذریعة إلی الشرک بهم وعبادتهم من دون الله تعالی؛ بخلاف الطلب من أحدهم فی حیاته فإنه لا یفضی إلی الشرک (مجموع الفتاوی، ج۱، ص۳۳۰، کتاب توحید الالوهیة، التوسل والوسیلة، دعاء الغائب اقرب للاجابة)

ترجمہ: انبیائے کرام اور صالحینِ عظام اگرچہ اپنی قبروں میں حیات ہیں، اور اگرچہ وہ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ زندوں کے لیے دعاء کریں، اور اگرچہ اس سلسلہ میں آثار وارِد ہوئے ہیں (کہ وہ اپنی قبروں میں عبادت کرتے ہیں، اور دعاء، عبادت ہے) لیکن کسی کے لیے یہ بات جائز نہیں کہ اُن سے دعاء کی درخواست کرے، اور سلف

میں سے کسی نے بھی یہ طرزِ عمل اختیار نہیں کیا، کیونکہ یہ اللہ کے مقابلے میں ان کے ذریعے شرک کرنے، اوران کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے، بخلاف اُن کی زندگی میں اُن سے دعاء کی درخواست کرنے کے کہ یہ شرک کا ذریعہ نہیں (مجموعُ الفتاویٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ ابنِ تیمیہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام سے دعاء کی درخواست کرنے، اور ان سے شفاعت کی درخواست کرنے کی فی نفسہٖ گنجائش ہوسکتی تھی، لیکن شرک کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اور جو حضرات جواز کے قائل ہیں، وہ اس بات پر نظر کرتے ہیں کہ جس سے دعاء کی درخواست کی جائے، اس کی اللہ سے احتیاج ظاہر ہوتی ہے، وہ اس طرح کہ وہ خود کسی کو کچھ دینے پر قادر نہیں ہوتا، بلکہ وہ بھی اللہ سے دعاء ہی کرسکتا ہے۔

پس یہ اختلاف اجتہادی نوعیت کا ہے، اوراس طرح کے اور بھی کئی مسائل اجتہادی واختلافی ہیں، جن میں ایک کا دوسرے کی طرف تضلیل وتفسیق کی نسبت کرنا درست نہیں۔

علامہ ابنِ تیمیہ کا آٹھواں حوالہ

علامہ ابنِ تیمیہ حنبلی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ عِنْدَ قَبْرِهٖ فَإِنَّهٗ يَرِدُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ كَالسَّلَامِ عَلٰى سِائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ؛ لَيْسَ هُوَ مِنْ خَصَائِصِهٖ، وَلاَ هُوَ السَّلَامُ الْمَأْمُوْرُ بِهٖ الَّذِيْ يُسَلِّمُ اللّٰهُ عَلٰى صَاحِبِهٖ عَشْرًا، كَمَا يُصَلِّيْ عَلٰى مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ عَشْرًا، فَإِنَّ هٰذَا هُوَ الَّذِيْ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖ فِي الْقُرْآنِ، وَهُوَ لاَ يَخْتَصُّ بِمَكَانٍ دُوْنَ مَكَانٍ۔

وَقَدْ تَقَدَّمَ حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهٗ يَرُدُّ السَّلَامَ عَلٰى مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ، وَالْمُرَادُ عِنْدَ قَبْرِهٖ، لٰكِنَّ النِّزَاعَ فِيْ مَعْنٰى كَوْنِهٖ عِنْدَ الْقَبْرِ، هَلِ الْمُرَادُ بِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ، كَمَا يُرَادُ مِثْلُ ذٰلِكَ فِيْ سَائِرِ مَا أُخْبِرَ بِهٖ مِنْ سِمَاعِ الْمَوْتٰى إِنَّمَا هُوَ لِمَنْ كَانَ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ قَرِيْبًا مِّنْهَا، أَوْ يُرَادُ بِهٖ مَنْ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ أَيْضًا قَرِيْبًا

مِّنَ الْحُجْرَةِ، كَمَا قَالَهُ طَائِفَةٌ مِّنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ، وَهَلْ يُسْتَحَبُّ ذٰلِكَ عِنْدَ الْحُجْرَةِ لِمَنْ قَدِمَ مِنْ سَفِرٍ أَوْ لِمَنْ أَرَادَهُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ أَوْ لاَ يُسْتَحَبُّ بِحَالٍ؟ وَلَيْسَ الْاِعْتِمَادُ فِيْ سِمَاعِهٖ مَا يُبْلُغُهٗ مِنْ صَلاَةِ أُمَّتِهٖ وَسَلاَمِهِمْ إِلَّا عَلٰى هٰذِهِ الْأَحَادِيْثِ الثَّابِتَةِ.

فَأَمَّا ذَاكَ الْحَدِيْثُ وَإِنْ كَانَ مَعْنَاهُ صَحِيْحًا فَإِسْنَادُهٗ لَا يُحْتَجُّ بِهٖ، وَإِنَّمَا يَثْبُتُ مَعْنَاهُ بِأَحَادِيْثِ أُخَرَ، فَإِنَّهٗ لاَ يُعْرَفُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ مَرْوَانَ السُّدِّيِّ الصَّغِيْرِ، عَنِ الْأَعْمَشِ كَمَا ظَنَّهُ الْبَيْهَقِيُّ، وَمَا ظَنَّهٗ فِيْ هٰذَا هُوَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيْثِ، وَهُوَ عِنْدَهُمْ مَوْضُوْعٌ عَلَى الْأَعْمَشِ، قَالَ عَبَّاسُ الدُّوْرِيُّ عَنْ يَحْيٰى بْنِ مُعِيْنٍ: مُحَمَّدُ بْنُ مَرْوَانَ لَيْسَ بِثِقَةٍ . وَقَالَ الْبُخَارِيُّ :سَكَتُوْا عَنْهُ، لاَ يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ اَلْبَتَّةَ .وَقَالَ الْجَوْزُجَانِيُّ: ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ .وَقَالَ النِّسَائِيُّ: مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ.وَقَالَ صَالِحُ جَزْرَةُ :كَانَ يَضَعُ الْحَدِيْثَ وَ قَالَ أَبُوْ حَاتِمِ الرَّازِيُّ وَالْأَزْدِيُّ: مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ :ضَعِيْفٌ.وَقَالَ اِبْنُ حَبَّانَ :لاَ يَحِلُّ كَتْبُ حَدِيْثِهٖ لاَ اِعْتِبَارًا وَلاَ لِلْاِحْتِجَاجِ بِهٖ بِحَالٍ . وَقَالَ اِبْنُ عَدِيٍّ :عَامَّةُ مَا يَرْوِيْهِ غَيْرُ مَحْفُوْظٍ، وَالضُّعْفُ عَلٰى رِوَايَتِهٖ بَيِّنٌ.

فَهٰذَا الْكَلاَمُ عَلٰى مَا ذَكَرَهٗ مِنَ الْحَدِيْثِ مَعَ أَنَّا قَدْ بَيَّنَّا صِحَّةَ مَعْنَاهُ بِأَحَادِيْثِ أُخَرَ، وَهُوَ لَوْ كَانَ صَحِيْحًا فَإِنَّمَا فِيْهِ أَنَّهٗ يُبْلَغُ صَلاَةُ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ نَائِيًا لَيْسَ فِيْهِ أَنَّهٗ يَسْمَعُ ذٰلِكَ، كَمَا وَجَدْتُهٗ مَنْقُوْلاً عَنْ هٰذَا الْمُعْتَرِضِ، فَإِنَّ هٰذَا لَمْ يَقُلْهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلاَ يُعْرَفُ فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيْثِ، وَإِنَّمَا يَقُوْلُهٗ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِيْنَ الْجُهَّالِ، يَقُوْلُوْنَ :إِنَّهٗ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ يَسْمَعُ بِأُذُنَيْهِ صَلاَةَ مَنْ يُّصَلِّيْ عَلَيْهِ .فَالْقَوْلُ إِنَّهٗ يَسْمَعُ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِ الْمُصَلِّي بِاطِلٌ، وَإِنَّمَا فِى الْأَحَادِيْثِ الْمَعْرُوْفَةِ

أَنَّهُ يُبَلِّغُ ذٰلِكَ وَيُعْرَضُ عَلَيْهِ، وَكَذٰلِكَ السَّلَامُ تُبْلِغُهُ إِيَّاهُ الْمَلائِكَةُ. وَقَوْلُ الْقَائِلِ: إِنَّهُ يَسْمَعُ الصَّلَاةَ مِنَ الْبَعِيْدِ مُمْتَنِعٌ، فَإِنَّهُ إِنْ أَرَادَ وُصُوْلَ صَوْتِ الْمُصَلِّي إِلَيْهِ فَهٰذِهِ مُكَابِرَةٌ، وَإِنْ أَرَادَ أَنَّهُ هُوَ يَكُوْنُ بِحَيْثُ يَسْمَعُ أَصْوَاتَ الْخَلَائِقِ مِنْ بَعِيْدٍ، فَلَيْسَ هٰذَا إِلَّا لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الَّذِیْ يَسْمَعُ أَصْوَاتَ الْعِبَادِ كُلِّهِمْ (الرد علی الأخنائي قاضي المالكية، ص ۱۴۵ الیٰ ۱۴۷، فصل حديث من صلى علي عند قبري سمعته)

ترجمہ: اور جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر، آپ کی قبر کے قریب سلام پڑھتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب مرحمت فرماتے ہیں، جیسا کہ تمام مسلمانوں کو کئے ہوئے سلام کا معاملہ ہے، جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے نہیں ہے، اور نہ ہی یہ وہ سلام ہے جس کا (قرآن وسنت میں خاص نبی کے لئے) حکم دیا گیا ہے، اور اس سلام کرنے والے پر اللہ دس مرتبہ سلامتی نازل کرتا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، کیونکہ یہ صلاۃ وسلام تو وہ ہے، جس کا اللہ نے قرآن میں حکم فرمایا ہے، اور یہ صلاۃ وسلام کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے (بلکہ اس کو ہر جگہ سے پڑھنے کا حکم ہے)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث گزر چکی ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں، جس سے مراد قبر کے قریب پڑھا ہوا سلام ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ قبر کے قریب ہونے کا مطلب کیا ہے؟

آیا اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ سلم کے روضۂ مبارک کا حصہ ہے؟ جیسا کہ اس کے مثل ان تمام حالات میں مراد لیا جاتا ہے، جن میں سماعِ موتیٰ کی خبر دی گئی ہے کہ وہاں قبور کے قریب سے مراد اسی طرح کا قرب ہے، یا اس سے مراد وہ سلام ہے، جو روضۂ مبارک کے قریب مسجدِ نبوی میں رہ کر کیا جائے، جیسا کہ سلف اور خلف کی ایک جماعت

کا قول ہے۔

اور (اس میں بھی اختلاف ہے کہ) کیا یہ عمل حجرہ کے قریب اس کے لئے مستحب ہے، جوسفر سے آیا ہو، یا اس کے لئے بھی مستحب ہے، جو مدینہ کا کوئی شخص روضہ پر حاضر ہو، یا کسی حال میں مستحب نہیں؟ (یہ سب اقوال ہیں) [1]

اور نبی صلی اللہ علیہ سلم پر پڑھے جانے والے صلاۃ وسلام کے نبی صلی اللہ علیہ سلم کے سماعت کرنے میں اعتماد ان ثابت شدہ احادیث پر ہی کیا جائے گا، اور اس (محمد بن مروان سدی کی) حدیث کے معنیٰ اگرچہ صحیح ہیں (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب ''جس طرح کا قرب بھی کسی کے نزدیک راجح ہو'' پڑھا گیا سلام بالواسطہ سماعت فرماتے ہیں، اور دور کا سلام فرشتوں کے واسطہ سے سماعت فرماتے ہیں، یہ مفہوم تو درست ہے)

لیکن اس کی سند قابلِ حجت نہیں، اور اس کے معنیٰ دوسری احادیث سے ثابت ہیں، کیونکہ یہ روایت محمد بن مروان سدی صغیر کی حدیث سے ہی معروف ہے، جو اعمش سے نقل کرتے ہیں، جیسا کہ بیہقی نے گمان فرمایا، اور بیہقی کا گمان حدیث کی معرفت رکھنے والے حضرات کے نزدیک متفق علیہ ہے (یعنی **محمد بن مروان عن اعمش** کی سند پر ہی اس روایت کا مدار ہے)

اوران اہلِ معرفت کے نزدیک یہ حدیث اعمش کے نام وسند سے گھڑی گئی ہے، عباس دوری نے یحییٰ بن معین کے حوالہ سے فرمایا کہ محمد بن مروان ثقہ نہیں ہے، اور بخاری نے فرمایا کہ محمد بن مروان سے محدثین نے سکوت اختیار کیا ہے، جس کی حدیث ہرگز لکھی

---

[1] اس حیثیت سے یہ مسئلہ مذکورہ بالا اقوال کے مابین اجتہادی ہے، پس اگر کوئی یہ قول اختیار کرے کہ موجودہ زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب پہنچنا ممکن نہیں، اس لیے باہر اور دور کھڑے ہوکر سلام پڑھنے والے کا سلام فرشتے پہنچاتے ہیں، جس طرح نماز وغیر نماز میں، کسی بھی مقام سے پڑھے ہوئے سلام کا معاملہ ہے، تو یہ قول بھی اجتہادی طور پر باطل اور باعثِ ضلالت نہیں، جس طرح مسجدِ نبوی میں پڑھے ہوئے سلام کی سماعت کا قول بھی اسی نوعیت کا ہے، پس ان اقوال کی ترجیح میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے پر ضلالت وگمراہی کا حکم لگانا اور ان اقوال کی تردید وبطلان میں اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرنا اور اس میں غلو، مبالغہ کرنا، درست نہیں۔محمد رضوان۔

www.idaraghufran.org

نہیں جاسکتی،اور جوزجانی نے فرمایا کہ یہ ذاھبُ الحدیث ہے،اورنسائی نے متروکُ الحدیث فرمایا،اورصالح نے حدیث کووضع کرنے والاقراردیا،اورابوحاتم رازی اورازدی نے متروکُ الحدیث قراردیا،اوردارقطنی نے ضعیف قراردیا،اور ابنِ حبان نے فرمایا کہ اس کی حدیث کو نہ تو لکھنا جائز ہے،اور نہ اس کا (دوسری ضعیف حدیث کے ساتھ) اعتبار کرنا جائز ہے،اور نہ کسی حال میں اس سے حجت پکڑنا جائز ہے،اورابنِ عدی نے فرمایا کہ اس کی اکثر احادیث غیر محفوظ ہیں،اوراس کی روایت میں ضعف واضح ہے۔

پس یہ تو اس حدیث کی سند کے متعلق کلام تھا،اور ہم یہ بات بیان کر چکے کہ اس حدیث کا مطلب دوسری احادیث کی رُو سے صحیح ہے، اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے،تو اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ سلم پر دور سے درود پڑھتا ہے،تو اس کا درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا جاتا ہے،اس میں اس بات کی تصریح نہیں کہ دور سے پڑھے ہوئے درود کو نبی صلی اللہ علیہ سلم خود سنتے ہیں،جیسا کہ اس معترض کی طرف سے نقل کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بات اہلِ علم میں سے کسی نے بھی نہیں کہی، اور نہ ہی حدیث میں کسی جگہ اس کا ذکر آیا ہے، بلکہ یہ بات تو بعض لاعلم متاخرین نے کہی ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کی رات میں اور جمعہ کے دن میں جو شخص نبی صلی اللہ علیہ سلم پر درود پڑھتا ہے،تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کانوں سے اس کو سنتے ہیں، پس یہ بات کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دور سے درود پڑھنے والے کے درود کو براہِ راست خود سنتے ہیں، باطل ہے۔

مشہور احادیث میں یہ بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے گئے درود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے،اوراس کو نبی صلی اللہ علیہ سلم پر پیش کیا جاتا ہے،اوراسی طریقہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام بھی فرشتے پہنچاتے ہیں،اور کہنے والے کا یہ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دور سے پڑھے گئے درود کو سنتے ہیں، یہ ناممکن ہے، کیونکہ اگر اس

کی مراد یہ ہے کہ دور سے درود پڑھنے والے کی آواز نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی ہے، تو یہ ضد اور ہٹ دھرمی ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی آوازوں کو دور سے سنتے ہیں، تو یہ صفت، دراصل **اللّٰہ ربُّ العالمین** کے ساتھ خاص ہے، جو اپنی تمام مخلوق کی آواز کو (ہر مقام سے) سنتا ہے (اللہ کے علاوہ کسی اور کو یہ صلاحیت وقدرت حاصل نہیں) (الرد علی الاخنائی)

علامہ ابنِ تیمیہ کے اس کلام کی علامہ محمود شکری آلوسی نے بھی تائید کی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(جاری ہے............)

رشتہ داروں سے متعلق فضائل واحکام

نسب، خاندان، برادری اور قبیلہ وغیرہ کی حقیقت اور اس کا درجہ ومرتبہ

رشتہ داروں سے صلہ رحمی کے فضائل وفوائد اور قطع رحمی کے قبائح ونقصانات

صلہ رحمی کی تاکید اور قطع رحمی کی وعید، صلہ رحمی اور قطع رحمی کی حقیقت اور صورتیں،

والدین سے صلہ رحمی، بہن بھائیوں، اولاد، زوجین اور دیگر اقرباء کے ساتھ صلہ رحمی

صلہ رحمی کے طریقے اور صلہ رحمی وحسنِ سلوک سے متعلق احکام وآداب

اور مختلف قسم کے رشتہ داروں کے بارے میں احکام

مصنّف

مفتی محمد رضوان

مقالات و مضامین مفتی محمد رضوان

افادات وملفوظات

علامہ ابنِ تیمیہ کے متعلق ایک بدگمانی کی تردید

(20-شعبان-1443ھ)

بعض اہلِ علم کے یہاں صفاتِ الٰہی کے بارے میں، علامہ ابنِ تیمیہ کے موقف سے متعلق مختلف غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، یہاں تک کہ اس سلسلہ میں بعض اہلِ علم حضرات نے مستقل مضامین ورسائل بھی تحریر کردیئے ہیں۔

چنانچہ سعید عبداللطیف فودۃ نام کے ایک صاحبِ علم نے'' **الکاشف الصغیر عن عقائد ابنِ تیمیۃ** '' کے نام سے ایک کتاب تالیف کی ہے، جس میں انہوں نے صفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق علامہ ابنِ تیمیہ کے افکار پر شدید تنقید کی ہے۔

ہمارے یہاں کے بعض اہلِ علم اس کتاب سے متاثر ہوکر علامہ ابنِ تیمیہ سے بدگمانی، اور ان کی شان میں بدزبانی کرتے ہیں۔

حالانکہ علامہ ابنِ تیمیہ کی اصل اور مکمل عبارات کو بنظرِ انصاف وتحقیق ملاحظہ ومطالعہ کرنے سے ان تنقیدات واعتراضات کی تصدیق نہیں ہوتی، جن کو مذکورہ تالیف میں ذکر کیا گیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ان تنقیدات واعتراضات، اور مذکورہ تالیف کا متعدد اہلِ علم نے مدلل جواب تحریر کیا ہے۔

چنانچہ مذکورہ تالیف کا ایک مفصل ومدلل جواب رمضان بن عبدالکریم مصری (**المدرس بجمعیۃ تحفیظ القرآن الکریم ببیشۃ، السعودیۃ**) نے''**فتح العلی الکبیر فی الرد علی صاحب الکاشف الصغیر**'' کے نام سے ایک مستقل تالیف کی شکل میں تحریر کیا ہے۔

اس تالیف میں رمضان بن عبدالکریم مصری فرماتے ہیں کہ:

www.idaraghufran.org

والقارئ لكتابه هذا يقف على التالي:

(۱)...... تبديع ابن تيمية وتكفيره تلميحاً وتصريحاً.

(۲)...... تحريف معاني كلام شيخ الإسلام لتناسب قواعد ولوازم وضعها فودة من عنده، ومن ثم ينزل كلام شيخ الإسلام عليها كما يقول ص ۴۹، ۵۰ "وكلام ابن تيمية إذا قال: (إن الله يُرى) يعني أنه يُرى كما يُرى أي جسم آخر فيجب أن يكون مقابلاً ومحدوداً، ويجب اتصال شعاع العين، وغير ذلك من شرائط الرؤية العادية"

(۳)......عدم نقل الرد الكامل لشيخ الإسلام على المخالفين، فإذا كان رده على الرازي ــ مثلا ــ من ثمانية عشر وجهاً في مسألة يكتفي بذكر وجه أو اثنين وهذا يدل على عدم الأمانة العلمية فإن الوجوه يكمل بعضها بعضاً.

(۴)...... ينتزع بعض عبارات شيخ الإسلام غير مكتملة ، ويعزلها عن سياقها الذي يوضحها، ثم يقوم بالتعليق والطعن القبيح.

أما عملي في هذا الكتاب فهو كالتالي:

۱/: نعرض الشبه والمزاعم والدعاوى تحت كل مبحث عرضاً مجملاً باختصار، حيث ننقل بعض العبارات التي ذهب فيها إلى أن ابن تيمية يقول بهذا القول، أو يعتقد هذا الاعتقاد.

۲/: ننقل بعض العبارات التي نقلها هو من كلام شيخ الإسلام، ثم ننقل تعليقاته عليها.

۳/: نلخص كلامه في نقاط قبل الرد عليه.

۴/: ننقل عبارات الشيخ التي علق عليها كاملة، وبيان سبب ذكر الشيخ لهذه الفقرة، أو تلك الجملة.

www.idaraghufran.org

۵/: ثم ننقل مذهب واعتقاد الشيخ من كتبه في تلك الصفة التي حاول هذا الدعي إثارة الغبار عليها بكل قواه، بل بكل مهاتراته وضعفه، ونعززه بكلام أهل العلم قديماً وحديثاً، وربما يكون بكلام الإمام الأشعري نفسه، والباقلاني ، والإمام البيهقي رحم الله الجميع، وتجاوز عنا وعنهم (فتح العلي الكبير في الرد على صاحب الكاشف الصغير، ص ۳۰، ۳۱، مقدمة المؤلف،الناشر: دارالعاصمة ، الرياض، السعودية، الطبعةُ الاولیٰ: ۱۴۳۳ھ، ۲۰۱۲م)

ترجمہ: اور اُن (سعید فودۃ) کی اس کتاب کو پڑھنے والا شخص درج ذیل امور پر واقف ہوتا ہے:

(۱)......ابنِ تیمیہ کو بدعتی قرار دینا، اور اُن کی تکفیر کرنا، اشارتاً اور صراحتاً۔

(۲)......شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کے کلام کے معانی کی تحریف، اُن قواعد اور لوازم کی مناسبت سے جن کو ''سعید فودۃ'' نے اپنی طرف سے وضع کیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کا کلام ان قواعد اور لوازم ہی کے خلاف نازل ہوجاتا ہے، جیسا کہ ''سعید فودۃ'' ص۴۹ اور ۵۰ پر لکھتے ہیں کہ ''ابنِ تیمیہ کا کلام، جب وہ یہ کہتے ہیں کہ ''ان اللّٰــه يُرى ''تو اس کا معنیٰ یہ ہوگا کہ اللہ کی رؤیت، اس طرح ہوگی، جس طرح دوسرے جسم کی رؤیت ہوتی ہے، اس لیے ضروری ہوگا کہ وہ مقابل اور محدود ہو، اور آنکھوں کی شعاع کا اتصال بھی واجب ہوگا، اور دوسری وہ شرائط بھی واجب ہوں گی، جو رؤیتِ عادیہ کے لیے ہوا کرتی ہیں۔

(۳)......شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کا کامل رَد، مخالفین پر نقل نہ کرنا، پس جب مثلاً شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) رازی پر کسی مسئلے میں اٹھارہ جہات سے رَد کرتے ہیں، تو ''سعید فودۃ'' ایک، یا دو وجہ کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں، اور یہ طرزِ عمل، علمی امانت کے خلاف ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ بعض وجوہ، بعض کی تکمیل کیا کرتی ہیں۔

www.idaraghufran.org

(۴)......شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کی بعض عبارات کو (سعید فودۃ) نامکمل طور پر کانٹ چھانٹ کر پیش کرتے ہیں، اور ان کو اس سیاق سے الگ کردیتے ہیں، جو ان عبارات کی توضیح کرنے والا ہوتا ہے، پھر قبیح طعن کو اس پر مرتب کردیتے ہیں۔

جہاں تک میرے اس کتاب کے طرزِ عمل کا تعلق ہے، تو وہ درجِ ذیل ہے:

۱/ : ہم شبہ اور گمانوں اور دعاوی کو ہر بحث کے تحت اختصار کے ساتھ اجمالی طور پر پیش کرتے ہیں، اس طور پر کہ سعید فودۃ کی بعض عبارات کو نقل کرتے ہیں، جن میں انہوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ ابنِ تیمیہ اس قول کے قائل ہیں، یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔

۲/ : ہم بعض عبارات کو نقل کرتے ہیں، جن کو سعید فودۃ نے شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کے کلام کے طور پر نقل کیا ہے، پھر ہم اُن عبارات پر ان (سعید فودۃ) کی تعلیقات کو نقل کرتے ہیں۔

۳/ : سعید فودۃ پر رَد کرنے سے پہلے، ہم ان کے کلام کے چند نقاط میں تلخیص کرتے ہیں۔

۴/ : شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کی اُن عبارات کو ہم مکمل طور پر نقل کرتے ہیں، جن پر سعید فودۃ نے تعلیق کی ہے، اور شیخ الاسلام کے اس فقرہ، یا اس جملہ کو ذکر کرنے کے سبب (اور وجہ) کو بھی نقل کرتے ہیں۔

۵/ : پھر ہم شیخ الاسلام (ابنِ تیمیہ) کے مذہب اور اعتقاد کو اُن کی کتب سے، اس صفت کے متعلق نقل کرتے ہیں، جس کے متعلق یہ دعویٰ ہوتا ہے، تاکہ پوری قوت کے ساتھ غبار کے اثرات ختم ہوجائیں، بلکہ ہر طرح کی مہارت اور ضعف کے ساتھ وضاحت ہوجائے، اور پھر ہم اس کی تائید، قدیم اور جدید اہلِ علم کے کلام سے کرتے ہیں، اور بسا اوقات اس کی تائید امام اشعری کے اپنے کلام سے ہوتی ہے، اور باقلانی اور امام بیہقی رحمہم اللہ کے کلام سے بھی ہوتی ہے (فتح العلی الکبیر)

رمضان بن عبدالکریم مصری نے مذکورہ تالیف میں ''سعید فودۃ'' کی طرف سے علامہ ابنِ تیمیہ پر

www.idaraghufran.org

وارد کیے گئے مختلف اعتراضات وشبہات کا فرداً فرداً مفصل جائزہ لیا ہے، اور علامہ ابنِ تیمیہ کے موقف کا سلف کے مطابق ہونا ثابت کیا ہے، اسی کے ساتھ علامہ ابنِ تیمیہ کی مخالفت وعداوت کے اسباب پر بھی کلام کیا ہے۔

چنانچہ اپنی مذکورہ تالیف میں رمضان بن عبدالکریم مصری نے پہلی فصل ''موقف أهل المذاهب الأربعة من الأشاعرة '' کے عنوان سے قائم کی ہے، جس کے ضمن میں ''صفاتِ باری تعالیٰ'' سے متعلق مالکیہ، شافعیہ، حنفیہ اور حنابلہ کے موقف کو بحوالہ ذکر کیا ہے۔

اور موصوف نے دوسری فصل ''منهج شيخ الاسلام في الرد على الخصوم '' کے عنوان سے قائم کی ہے، جس کے ضمن میں علامہ ابنِ تیمیہ کے ''خصوم'' پر رَد کے طریقۂ کار اور انداز پر کلام کیا ہے۔

اور تیسری فصل ''اسباب العداوة لشيخ الاسلام ابنِ تيمية'' کے عنوان سے قائم کی ہے، جس کے پہلے مرحلے میں فقہاء، قضاۃ، اہلِ کلام، شیعہ اور صوفیاء کی، علامہ ابنِ تیمیہ کے ساتھ عداوت ومخالفت کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔

اور تیسری فصل ہی کے دوسرے مرحلے میں ''اعترافات خصومه بعلو قدره '' اور تیسرے مرحلے میں ''كلام أهل العلم فيمن عادى شيخ الإسلام ونسبه إلى الكفر '' کے عنوانات پر کلام کیا ہے۔

اور رمضان بن عبدالکریم مصری نے اپنی مذکورہ تالیف میں چوتھی فصل ''سعید فودۃ'' کی طرف سے علامہ ابنِ تیمیہ پر وارِد اعتراضات وشبہات کی تردید کے لیے ''الرد على افتراءات فودة '' کے عنوان سے قائم کی ہے، جس کے ضمن میں مندرجہ ذیل ابحاث پر فرداً فرداً ''سعید فودۃ'' کے اعتراضات وشبہات کو نقل کر کے تفصیلی واجمالی طور پر کلام کیا ہے:

المبحث الأول: في صفة كلام الله تعالىٰ.

المبحث الثاني: في صفة رؤية الله تعالىٰ يوم القيامة.

المبحث الثالث: في صفة الإستواء.

www.idaraghufran.org

المبحث الرابع: صفة الفوقية.

المبحث الخامس: فی قضية الجسم ومصطلح التجسيم.

المبحث السادس: قضية الحد.

المبحث السابع: قضية الحيز والجهة.

المبحث الثامن: تحت عنوان ما سماه الكاتب(صفة الحياة والقدرة والإرادة والعلم)

المبحث التاسع: ردود متفرقة.

پھر رمضان بن عبدالکریم مصری نے اپنی مذکورہ تالیف میں ''المبحث التاسع'' کے ضمن میں مندرجہ ذیل مسائل کا ذکر کیا ہے:

بخصوص مسألة (حكم الوهم والخيال فی ذات الله)

بخصوص مسألة (قياس الغائب على الشاهد)

بخصوص مسألة (الفطرة)

بخصوص مسألة (تفسير قوله تعالىٰ ''الله الصمد'')

پھر آخر میں اپنی تالیف کا ''خاتمہ'' پیش کیا ہے۔

رمضان بن عبدالکریم مصری کی مذکورہ بالا تالیف ان حضرات کے لئے قابلِ ملاحظہ اور مفید ہے، جو''صفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق'' علامہ ابنِ تیمیہ پر وارد کئے جانے والے مختلف شبہات واعتراضات کا شکار، اور اس سلسلہ میں علامہ ابنِ تیمیہ سے بدگمان ہیں۔

اس کے علاوہ بعض حضرات نے''النصيحة الذهبية ''کے نام سے ایک رسالہ امام ذہبی کی طرف منسوب کیا ہے، جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس رسالہ میں امام ذہبی نے، علامہ ابنِ تیمیہ کے ''صفاتِ باری تعالیٰ'' کے متعلق موقف کی تردید کی ہے۔

لیکن متعدد اہلِ علم حضرات نے اس سے اختلاف کیا ہے، اور اس موضوع پر مستقل رسائل تحریر کئے ہیں، جن میں بعض حضرات نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس رسالہ کی امام ذہبی کی طرف نسبت درست

نہیں، اور امام ذہبی کی طرف منسوب اس رسالہ کے مضمون میں بھی علامہ ابنِ تیمیہ کا کوئی ذکر نہیں۔

(ملاحظہ ہو: الموسوعة الميسرة فی تراجم أئمة التفسير والإقراء والنحو واللغة من القرن الأول إلى المعاصرين مع دراسة لعقائدهم وشيء من طرائفهم، ج ١ ص ٨٧٧)

شیخ محمد بن ابراہیم شیبانی نے ''التوضيح الجلی فی الرد علی النصيحة الذهبية المنحولة على الإمام الذهبی '' کے نام سے ایک رسالہ تحریر کیا ہے، جس میں انہوں نے اس رسالہ کی امام ذہبی کی طرف نسبت کی تردید کی ہے۔

(التوضيح الجلی فی الرد علی النصيحة الذهبية المنحولة على الإمام الذهبی، الناشر: منشورات مركز المخطوطات والتراث والوثائق، الكويت، الطبعة الأولىٰ: ١٤١٣هـ ،١٩٩٣م)

نیز ابوالفضل محمد بن عبداللہ القونوی نے بھی ایک رسالہ ''أضواء على الرسالة المنسوبة إلى الحافظ الذهبی النصيحة الذهبية لابن تيمية وتحقيق فی صاحبها '' کے نام سے تالیف کیا ہے، جو ''دار المامون للتراث ، بیروت، لبنان'' سے پہلی مرتبہ ۱۴۲۳ھ بمطابق 2002ء کو شائع ہوا۔

اس کے علاوہ ''فتحی عیساوی '' نے بھی ''التعليقات المنهجية فی الردّ على النصيحة الذهبية أو بل هی الفضيحة الذهبية '' کے نام سے ایک مضمون تحریر کیا ہے۔

www.idaraghufran.org

مقالات ومضامین

مولانا شعیب احمد

دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

”وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیبٌ أُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ“

(سورة البقرة ، رقم الآية : ١٨٦)

”اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں،تو بلاشبہ میں قریب ہوں۔دعا کرنے والے کی دعا کوقبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے“(بقرہ)

قرآن مجید کی یہ آیتِ کریمہ واضح کرتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی ہر دعا کو سنتے اور قبول فرماتے ہیں۔ یہ ہم انسانوں پر خدا کی مہربانی اوراحسان ہے کہ اس نے ہماری دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ اوراعلان فرمادیا۔لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی انسان ایک دعا مانگتا رہتا ہے، مانگتا رہتا ہےلیکن وہ دعا قبول ہوتی نظرنہیں آتی۔اس کی آخر کیا وجوہات ہیں؟

دیکھیے انسان کے بہت سے کام ایسے ہیں جو دعا کی قبولیت میں رکاوٹ اور مانع بن جاتے ہیں۔دعا کی قبولیت میں حجاب بننے والی کچھ اہم اور بنیادی وجوہات ذیل میں ملاحظہ کیجیے۔

گناہ کی دعا کرنے سے یا کسی حرام شے کا سوال کرنے سے دعا قبول نہیں ہوتی۔مثلاً کوئی شخص چوری کرنا چاہتا ہےاورمعاذ اللہ یہ دعا کرتا ہے کہ اے خدا مجھے چوری کرنے کا موقع دے،یا کوئی آدمی کسی دوسرے کی موت کی دعا کرنا شروع کردے،تو ایسی دعائیں قبول نہیں ہوتی۔یعنی کسی بھی گناہ کی دعا کرنے سے وہ دعا رَد کردی جاتی ہے۔چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ بندے کی دعا اس وقت تک قبول ہوتی رہتی ہے جب تک وہ کسی گناہ یاقطع رحمی یعنی رشتہ توڑنے وغیرہ کی دعا نہ کرے۔ [1]

اسی طرح غفلت اورلا پرواہی سے مانگی ہوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔

[1] عن جبير بن نفير، أن عبادة بن الصامت، حدثهم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ما على الأرض مسلم يدعو الله بدعوة إلا آتاه الله إياها أو صرف عنه من السوء مثلها ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم (سنن الترمذی ، رقم الحديث : ٣٥٧٣ ، أبواب الدعوات ، باب فی انتظار الفرج وغير ذلک)

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

”اُدْعُوا اللّٰہَ وَأَنْتُمْ مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءً مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ“ (سنن الترمذی: رقم الحدیث : ۳۴۷۹ ، أبواب الدعوات)

”اللہ سے قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگا کرو اور جان لو کہ اللہ غافل اور لا پرواہ دل سے نکلی ہوئی دعا کو قبول نہیں فرماتے“ (ترمذی)

اس لیے دعا کی قبولیت کے لیے یہ لازم ہے کہ آدمی پورے توجہ اور دھیان سے اور قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا مانگے۔ ورنہ غفلت اور لا پرواہی سے مانگی جانے والی دعا رَد ہو جاتی ہے۔

دعا کے عدمِ قبولیت کے اسباب میں سے ایک بڑا اور بنیادی سبب حرام مال کا استعمال ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص لمبا اور طویل سفر طے کرتا ہے، اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور جسم گرد و غبار میں اَٹا ہوا ہے۔ یعنی مسکنت و بے چارگی اور محتاجی کی مجسم تصویر ہے۔ پھر مزید یہ کہ وہ تضرع و آہ وزاری سے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر خدا کو یوں پکارتا ہے کہ:

”اے میرے رب اے میرے رب!“

لیکن اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا پہننا حرام اور اس کی غذاء بھی حرام پر مشتمل ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو جائے گی؟ [1]

یہ وہ چند بنیادی اسباب ہیں جو دعا کی قبولیت میں مانع اور رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس لیے ہم سے جو شخص بھی اپنی دعاؤں کے پورا ہونے کی خواہش اور تمنا رکھتا ہو اور یقیناً ہر آدمی ہی یہی چاہے گا کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو پورے آداب اور ساری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے دعا کا عمل جاری رکھنا چاہیے اور دعا کی راہ میں رکاوٹ بننے والے اعمال سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ ہماری دعائیں قبول ہو سکیں۔

---

[1] عن أبی حازم، عن أبی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أيها الناس، إن الله طيب لا يقبل إلا طيبا، وإن الله أمر المؤمنين بما أمر به المرسلين، فقال:” يا أيها الرسل كلوا من الطيبات واعملوا صالحا، إنی بما تعملون عليم“ (المؤمنون) ” يا أيها الذين آمنوا كلوا من طيبات ما رزقناكم“ (البقرة) ثم ذكر الرجل يطيل السفر أشعث أغبر، يمد يديه إلى السماء، يا رب، يا رب، ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذی بالحرام، فأنی يستجاب لذلک؟ (صحيح مسلم:رقم الحديث: ۱۰۱۵ ، كتاب الزكاة)

www.idaraghufran.org

بسلسلہ : تاریخی معلومات

مولانا طارق محمود

ماہِ صفر: دسویں نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

□ ...... ماہِ صفر ۹۵۳ھ: میں حضرت سعد الدین سعد بن علی انصاری حلبی دمشقی حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (شذرات الذهب فی أخبار من ذهب لابی الفلاح عبدالحیی عکری حنبلی، ج۱۰ ص ۴۲۵)

□ ...... ماہِ صفر ۹۵۵ھ: میں حضرت شیخ علی بن قوام الدین حسینی جونپوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ ص ۳۸۹)

□ ...... ماہِ صفر ۹۵۷ھ: میں حضرت عبدالرحمٰن بن علی اجھوری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(نیل الابتهاج بتطریز الدیباج لأحمد بابا السودانی، ص ۲۶۲)

□ ...... ماہِ صفر ۹۶۰ھ: میں حضرت حسن قرمانی بیکشہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الطبقات السنية فی تراجم الحنفية لتقی الدين الغزی، ص ۲۴۲)

□ ...... ماہِ صفر ۹۶۱ھ: میں حضرت شیخ صالح مرعی حیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج۲ ص ۲۴۷)

□ ...... ماہِ صفر ۹۶۵ھ: میں حضرت سعد الدین بن علی بن محمد بن احمد بن عبداللہ نطا کی حلبی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج۲ ص ۱۴۶)

□ ...... ماہِ صفر ۹۶۷ھ: میں حضرت امام اعظم منصور باللہ قاسم بن محمد بن علی بن محمد بن رشید رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع للشوكانی، ج۲ ص ۴۷)

□ ...... ماہِ صفر ۹۷۰ھ: میں حضرت شمس الدین محمد بن ابراہیم بن عیثاوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج۳ ص ۳۹)

□ ...... ماہِ صفر ۹۷۲ھ: میں حضرت شمس الدین محمد تونسی طبلنی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج۳ ص ۷۰)

□ ...... ماہِ صفر ۹۷۶ھ: میں حضرت شیخ زین الدین عبید بن عمر عیثاوی شافعی کا انتقال ہوا۔

(الكواكب السائرة بأعيان المئة العاشرة لنجم الدين الغزی، ج۳ ص ۱۵۹)

□ ...... ماہِ صفر ۹۸۱ھ: میں حضرت شہاب الدین احمد بن علی فلوجی حموی شافعی رحمہ اللہ کا انتقال

ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۱۱)

☐...... ماہِ صفر ۹۸۳ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن بن علی محی الدین الاماسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۴۸)

☐...... ماہِ صفر ۹۸۸ھ: میں امیر علی بن ابراہیم بن اسماعیل بن یوسف بیجابوری کی وفات ہوئی۔ (نزھة الخواطر وبھجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۳۸۵)

☐...... ماہِ صفر ۹۹۲ھ: میں حضرت علامہ شہاب الدین احمد بن شیخ بدرالدین عباسی مصری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(النور السافر عن أخبار القرن العاشر لمحی الدین العیدروس، ص ۳۶۰)

☐...... ماہِ صفر ۹۹۳ھ: میں حضرت شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن ابی اللطف رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۱)

☐...... ماہِ صفر ۹۹۴ھ: میں حضرت شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن علی بکری صدیق مصری شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۶۵)

☐...... ماہِ صفر ۹۹۴ھ: میں حضرت شیخ ابو مسلم شمس الدین محمد بن محمد صمادی دمشقی شافعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی(الکواکب السائرة بأعیان المئة العاشرة لنجم الدین الغزی، ج۳ص ۱۸)

☐...... ماہِ صفر ۹۹۷ھ: میں حضرت شیخ نظام الدین بن عبدالکریم حنفی نارنولی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا(نزھة الخواطر وبھجة المسامع والنواظر لعبدالحیی الحسنی، ج۴ص ۴۴۰)

بسلسلہ: ارکانِ اسلام

حج کا طریقہ

حج کرنے کا صحیح طریقہ، اور حج سے متعلق مختلف کوتاہیوں اور غلط فہمیوں کا ازالہ

حج کے مناسک سے متعلق مفصل احکام، احرام اور اس سے متعلق احکام، حج کی تینوں قسموں کے احکام، منیٰ، مزدلفہ، عرفات، رَمی، طواف، سعی، حلق وقصر، زمزم، حرمین شریفین، مسجدِ حرام، مدینہ منورہ، اور مسجد نبوی سے متعلق احکام

مصنّف: مفتی محمد رضوان

www.idaraghufran.org

علم کے مینار

مفتی غلام بلال

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

امت کے علماء وفقہاء(قسط15)

گزشتہ اقساط میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ''فقہ اسلامی'' زمانہ تدوین سے لے کر زمانہ حاضر تک مختلف مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچی ہے، اور اس دوران اس پر کئی طرح کے نشیب وفراز اور انقلابات آئے، طرزِ تصنیف وطرزِ تدریس میں بھی نمایاں فرق واقع ہوا، ہر دور کے مطابق فقہ اسلامی کی تدوین وتہذیب اور اس کو منقح کیا گیا، طرزِ تصنیف وتالیف، طرزِ اسلوب وتحریر، مباحث و ابواب کی ترتیب، تقریر وتحریر اور مسائل میں ''فقہ اسلامی'' کے دائرہ کار میں رہتے ہوئے، جدید تقاضوں کے مطابق مختلف اور مفید تبدیلیاں کی گئیں۔

مگر ان تمام مراحل میں ''فقہ اسلامی کا دورِ جدید'' مختلف وجوہات وخصوصیات کی بناء پر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے، جس کی اپنی خصوصیات ہیں۔

(5)......دورِ جدید کی فقہی کتب/انسائیکلو پیڈیا

دورِ جدید کی ابتداء سترھویں صدی سے، فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''**الفتاویٰ الهندية** '' اور ''**مجلة الاحكام العدلية** '' کی تصنیف سے ہوتی ہے، جن کو ''متونِ جدیدہ'' اور ''دورِ جدید کی فقہی کتب'' اور ''فقہی انسائیکلو پیڈیاز'' وغیر ناموں سے بھی جانا جاتا ہے، ذیل میں ان ہی میں سے چند کتب کا ذکر اوران کے مصنفین کے مختصر حالات ذکر کیے جاتے ہیں۔

(1)......الفتاویٰ الهندية ﴿فتاویٰ عالمگیری﴾

دینی علوم میں خدمات کے اعتبار سے برصغیر (پاک وہند) کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے، یہاں مختلف اسلامی علوم نے اپنے لئے جگہ بنائی، مفسرین پیدا ہوئے، محدثین نے علم حدیث کی شمعیں روشن کیں، فقہاء نے فہم وادراک سے آراستہ کیا، صوفیاء نے اخلاق وتصوف کی مسندیں آراستہ

کیں، نئے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا گیا، کتابیں لکھی گئیں، مدرسے قائم کیے گئے، وعظ وارشاد کے حلقے قائم کیے گئے، اور اس کارِ خیر میں بعض سلاطینِ اسلام بھی شامل رہے۔

ایسے ہی علمی کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ''الفتاوىٰ الهندية ''یعنی ''فتاویٰ عالمگیری'' کی تصنیف بھی ہے، جسے مغل بادشاہ ''اورنگزیب عالمگیر'' (1118ـ 1028ھ) کے حکم وایماء پر برصغیر کے جید علماء وفقہاء پر مشتمل ایک جماعت نے مرتب کیا۔

فتاویٰ عالمگیری کی ضرورت

مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے عہدِ حکومت سے پہلے اسلامی دنیا میں فقہ کی کئی مستند کتابیں رائج تھیں، لیکن اسلامی دنیا میں فقہ حنفی میں ایک ایسی کتاب کہ جس سے ایک عام مسلمان بآسانی کسی مسئلہ کو اخذ کرسکے، اور احکامِ شرعیہ سے بخوبی واقف ہوسکے، موجود نہ تھی، یا موجود تو تھیں، لیکن ان کو سمجھنا یا ان سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا عام شخص کے لیے اتنا آسان نہ تھا، علماء وفقہاء کے اختلافِ رائے کے سبب یہ مسائل فقہی کتابوں اور فتاویٰ کے مجموعہ میں کچھ اس طرح مل گئے تھے کہ جب تک کسی شخص کو فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل نہ ہو، وہ ان سے بذاتِ خود مسائل کا استنباط نہیں کرسکتا تھا، اور نہ ہی ایک عام شخص کو بہت سی مبسوط کتابیں میسر تھیں، صریح مسائل نیز حکمِ صحیح کا معلوم کرنا، اس کے لیے ممکن نہ تھا۔

اور یہ فکر (اپنی دین دوستی کے سبب) خود مغل بادشاہ اورنگزیب عالم گیر کو بھی تھی کہ مسلمان ان مسائل پر کیسے عمل کریں، جو فقہاء وعلماء کے نزدیک واجب العمل تھے، اس خیال کے پیش نظر اورنگزیب عالمگیر نے ملک کے مشہور علماء وفقہاء کو اپنے دربار طلب کیا، اور اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کے لیے باقاعدہ کمیٹی تشکیل دی، اور حکم دیا کہ فقہ حنفی کی مختلف کتابوں کی مدد سے ایک ایسی جامع اور مستند کتاب تیار کی جائے کہ جس میں نہایت تحقیق وتدقیق کے ساتھ یہ تمام مسائل جمع کیے جائیں، تاکہ سلطنت کے قاضی، مفتی نیز دیگر تمام مسلمان فقہ حنفی کی بہت سی کتابیں جمع کرنے اور ان کی ورق گردانی سے بے نیاز ہوجائیں۔

چنانچہ شیخ نظام برہان پوری (1092ھ/ 1681ء) اس علمی وتحقیقی کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے، اور

مغل بادشاہ عالمگیر نے بنفسِ نفیس اس کمیٹی کی سر پرستی قبول کی، کمیٹی کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا، اور جن افراد کے ذمہ یہ کام سپرد ہوا، ان کے ساتھ مزید اور دس دس افراد کو متعین کیا گیا، تا کہ یہ کام انتہائی دلجمعی اور حسن خوبی سے اختتام پذیر ہو۔

اور یوں آٹھ سال کی کڑی محنت ومشقت سے یہ کتاب پایۂ تکمیل تک پہنچی، جو کہ 1074ھ سے لے کر 1082ھ تک کا عرصہ ہے، لگ بھگ 50 کے قریب جید علماء و بزرگ حضرات نے خدمات سرانجام دیں، کتاب بادشاہ کی نسبت سے ''فتاویٰ عالمگیری'' کے نام سے بھی مشہور ہے، فقہی جزئیات کی کثرت اور احاطہ کے اعتبار سے ''المحیطُ البرھانی'' اور ''فتاویٰ تاتارخانیہ'' کے علاوہ شاید ہی کوئی کتاب اس کے مقابلہ میں رکھی جاسکے۔

فتاویٰ عالمگیری کی ترتیب وتبویب

یہ کتاب ہدایہ کی ترتیب ہے، اور دیگر کتبِ فقہ کی طرح اس میں بھی ''کتــاب'' کے عنوان کے تحت ''ابـــواب'' ہیں، اور پھر ہر باب کے تحت مختلف فصلیں قائم کی گئی ہیں، جن پر ذیلی عنوانات قائم کر کے زیرِ بحث مسئلہ سے متعلق بہت سے ضمنی مسائل کی وضاحت کی گئی ہے۔

مثال کے طور پر''کتـاب الـطهـارـة وفيه سبعة أبواب، الباب الأول فی الوضوء وفيه خـمسة فـصول، الفصل الأول فی فرائض الوضوء ''. إلخ۔یہی طریقہ کار تقریباً پوری کتاب میں ہے، سوائے چند ایک ابواب کے۔

فتاویٰ عالمگیری کی علمی وفقہی حیثیت

فتاویٰ ہندیہ کو علمی و فقہی دنیا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، کیونکہ اس میں جو مسائل بیان ہوئے ہیں، وہ فقہ حنفی کی رو سے یا تو راجح اور مفتی بہ ہیں، یا ظاہر الروایہ میں سے ہیں۔ [1]

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ کتاب فقہ کی تمام اہم اور قابل ذکر کتابوں کا نچوڑ ہے، اس کے مآخذ اور مراجع فقہ حنفی میں بڑی وقعت رکھتے ہیں۔

---

[1] وأن يـؤلـفوا كتابا حامشا لظاهر الروايات التی اتفق عليها وأفتى بها الفحول ويجمعوا فيه من النوادر ما تـلـقتهـا الـعـلـمـاء بالقبول كی لا يفوت الاحتياط فی العمل والاجتناب عن الخطل والزلل (الفتاویٰ الهندية، ج ١، ص ٣، مقدمة الكتاب)

www.idaraghufran.org

خصوصیاتِ فتاویٰ عالمگیری

اس کتاب کے اندر چند ایسی خصوصیات ہیں، جو اس کو دوسری کتبِ فقہ سے ممتاز کرتی ہیں، مثال کے طور پر اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ کسی ایک شخص کی تالیف نہیں، بلکہ علماء کی ایک ممتاز جماعت کی محنت اور جد وجہد کا نتیجہ ہے، اس لئے اس میں فقہی اعتبار سے غلطی کا امکان کم ہے، چنانچہ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کے مآخذ کا حوالہ بھی دیا گیا ہے، جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے، اگر اس میں بھی کسی دوسری کتاب سے نقل کیا گیا ہے، تو ''ناقلا عن فلان '' کر کے اصل مأخذ کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا، جیسا کہ ''كذا فی التتارخانية ناقلا عن التجنيس '' وغیر ہاذلک۔

اور اسی طرح اگر کسی مسئلہ کے متعلق دو مختلف اقوال ہیں، تو دونوں کو مع حوالہ نقل کر دیا گیا ہے، اور اگر کسی کتاب کا حوالہ لفظ بلفظ نقل کیا گیا ہے، تو ''کذا'' لکھا گیا ہے، اور اگر اس کا خلاصہ اور مفہوم لیا گیا ہے، تو ''هكذا'' سے اشارہ کر دیا گیا ہے۔

فتاویٰ ہندیہ کے مآخذ و مراجع

جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ فتاویٰ ہندیہ بہت سی اہم اور معتبر فقہی کتابوں کا خلاصہ ہے، اور جن کتابوں سے اس میں مدد لی، ان کی فہرست کافی طویل ہے، چند اہم اور خاص کتابیں یہ ہیں:

"الهداية، ذخيرة العقبى، شرح منية المصلى، جامع المضمرات، بدائع الصنائع، المغنى لابن قدامة، شرح الهداية للعينى، محيط السرخسى، المحيط البرهانى، ظهيرية، فتاویٰ قاضى خان، شرح الوقاية، التبيين للنسفى، السراج الوهاج، فتح القدير، البحر الرائق، الجامع الصغير، تاتارخانية، فتاویٰ سراجية، الإختيارلتعليل المختار، الكفاية، الجوهرة النيرة، قنية المنية، النهر الفائق، النهاية، خزانة الفقه، الملتقط، فتاویٰ شيخ الإسلام المعروف بخواهر زاده، منية المصلى، خزانة المفتين، كنز الدقائق، شرح الزيادات، شرح النقاية،

www.idaraghufran.org

شـرح الـمـجـمـع، التـجـنيس(صاحب الهداية) العناية شرح الهداية، مـختار الفتاوی، مختصر القدوری، فتاویٰ التمرتاشی، الوقاية، النقاية، مختارات النوازل، الحاوی القدسی. و غيرها ذلک". [1]

(جاری ہے......)

---

[1] ان کے علاوہ چند مزید کتب بھی ہیں، جس سے اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علماء نے کس محنت اور جانفشانی سے فقہ وفتاویٰ کا یہ ذخیرہ جمع کیا ہے، اس کتاب کے فارسی اور اردو زبانوں میں متعدد تر جمے کیے جا چکے ہیں۔

مـحـمـد أورنک زيـب عـالـم كيـر، سـلطان الهند، من سلالة تيمورلنک المشهور: مـن عـلـماء الملوک المسلمين .فتح بلدانا كثيرة .ووصـفه مؤرخوه بأنه المجاهد العالم الصوفی .حفظ القرآن من صغره و كتب الـخـط المنسوب ومنه مصحف بخطه أرسله إلى الحرم النبوی .وكـان مرجعا للعلماء .وأمر الأحناف منهم بـأن يـجـمـعـوا بـاسـمـه فتـاوی لـما يحتاج إليه من الأحكام الشرعية، فجمعوا (الفتاوی الهندية – ط) أربعة مـجـلدات، وتسمى (الفتاوی العالمكيرية) أقام فی الملک خمسين سنة، وتوفی بالدكن ودفن فی تربة آبائه (الاعلام للزركلی، ج٦، ص ٤٦، تحت الترجمة: سلطان الهند . ١١١٨ ــ ١٠٢٨ هـ . 1619ــ 1707ء)

www.idaraghufran.org

تذکرۂ اولیاء حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (قسط66) مولانا محمد ریحان

اولیاءِ کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

حضرت عمر کے دور میں ذمیوں کا جزیہ (تیسرا حصہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جزیہ کی قیمت سب ذمیوں پر یکساں نہ تھی، بلکہ ذمیوں کی قدرت اوران کے حسبِ حال مختلف تھی۔اہل سواد پر اڑتالیس درہم اور کسی پر چوبیس درہم تھے، جوکہ ان سے سالانہ لیے جاتے تھے۔اگرکوئی ان میں سے دراہم کے علاوہ کوئی سامان یاجانور وغیرہ جزیہ کے لیے لے آتا،تو جزیہ کی قیمت کے بقدر اس میں سے وصول کرلیا جاتا۔

شام والوں پر چار دینار تھے۔اس کے علاوہ گندم،تیل وغیرہ سے بھی وصول کرلیا جاتا تھا۔ [1]

اس کے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود ذمیوں کے معاملے میں نرمی فرمایا کرتے تھے،اور امراء کوحکم دیتے تھے کہ ذمیوں سے نرمی برتیں۔پھر جب کبھی جزیہ زیادہ مقدار میں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آتا،تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے خیال سے تم نے لوگوں پر ظلم ڈھا کر مال وصول کیا ہے۔جس پر امراء جواب دیتے کہ اللہ کی قسم! ہم نے برابر سرابر وصول کیا ہے۔پھرآپ فرماتے کہ بلا جبرواکراہ وصول کیا ہے؟ تو وہ کہتے کہ جی ہاں۔اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں کہ جس نے نہ تو ایسا میرے ہاتھ سے اور نہ میری سلطنت میں ہونے دیا ہے(ملاحظہ ہو:فصل الخطاب فی سیرة ابن الخطاب ص ۲۱۴ الفصل الرابع،المبحث الأول)

مزید آپ رضی اللہ عنہ ذمیوں سے درگزر بھی فرمادیا کرتے تھے،حتیٰ کہ اگرکوئی ذمی جزیہ دینے سے عاجز آجائے،تواس کے جزیہ کوبھی معاف فرماکراس سے درگزر فرمایا کرتے تھے۔

---

[1] وأما قيمتها فقد كانت غير محددة واختلفت من إقليم لآخر بحسب قدرة الناس، وظروف الإقليم، فقد وضع على أهل السواد، ثمانية وأربعين درهماً، وأربعة وعشرين درهماً، بحسب حال كل واحد من اليسار، يؤخذ ذلك منهم كل سنة، وإن جائوا بعرض قبل منهم مثل الدواب والمتاع وغير ذلك ويؤخذ منهم بالقيمة، وجعل على أهل الشام أربعة دنانير وأرزاق المسلمين من الحنطة مدين وثلاثة أقساط من زيت لكل فرد، وعلى أهل الفضة أربعين درهماً وخمسة عشر صاعاً لكل إنسان وعلى أهل مصر دينارين لكل حالم إلا أن يكون فقيراً(فصل الخطاب في سيرة ابن الخطاب ص ۲۱۴ الفصل الرابع،المبحث الأول)

www.idaraghufran.org

بعض حضرات نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک قوم کے دروازہ سے گزرے، جہاں ایک سائل مانگ رہا تھا۔ وہ شخص بوڑھا اور ضعف البصارت تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے پیچھے سے اپنے بازو سے اس کو تھپتپایا اور کہا کہ آپ کون سے اہلِ کتاب ہو؟ اس نے کہا کہ یہودی ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حالت میں کیوں آپ کو دیکھ رہا ہوں؟ اس نے کہا کہ جزیہ اور حاجت کے لیے سوال کر رہا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر کی طرف لے گئے۔ اسے گھر سے کوئی چیز لا کر دی، پھر بیت المال کے نگران کے پاس پیغام بھیجا کہ اس شخص کو اور ان جیسوں کو دیکھ کر رکھو۔ اللہ کی قسم یہ انصاف کی بات نہیں کہ ہم اس کی جوانی کو کھالیں اور بڑھاپے میں اسے رسوا کریں۔ اس کے بعد آپ نے اس سے اور اس طرح کے دوسرے لوگوں سے جزیہ معاف کر دیا۔ اور پھر اپنے تمام گورنروں کے نام اس معاملے میں یہی فرمان جاری کیا۔ [1]

تغلب کے بعض عیسائیوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیادہ جزیہ وصول کیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا تھا، اور مزید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دھمکی بھی دینے کی کوشش کی تھی کہ اگر تو آپ نے ان پر جزیہ لگایا، تو وہ ارضِ روم میں داخل ہو جائیں گے، اور آپ رضی اللہ عنہ عرب کے مابین نعوذ باللہ پھوٹ ڈال رہے ہیں۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم تم ذلیل وخوار ہو کر جزیہ دو گے۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ جزیہ لے لیں لیکن اس کو جزیہ کا نام نہ دیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تو اسے جزیہ ہی کہیں گے، تم جو کہنا

---

[1] وقد ثبت عن عمر أنه كان شديد التسامح مع أهل الذمة، حيث كان يعفيهم من الجزية عندما يعجزون عن تسديدها، فقد ذكر أبو عبيد فى كتاب الأموال: أن عمر – رضى الله عنه – مر بباب قوم وعليه سائل يسأل – شيخ كبير ضرير البصر – فضرب عضده من خلفه وقال من أى أهل الكتاب أنت؟ فقال يهودى، قال فما ألجأك إلى ما أرى؟ قال: أسأل الجزية والحاجة والسن، قال: فأخذ عمر بيده وذهب به إلى منزله فرضخ له بشىء من المنزل، ثم أرسل إلى خازن بيت المال فقال: انظر هذا وضربائه فو الله ما أنصفناه أن أكلنا شبيبته ثم نخذله عند الهرم، ووضع عنه الجزية وعن ضربائه، وقد كتب إلى عماله معمّماً عليهم هذا الأمر وهذه الأفعال تدل على عدالة الإسلام وحرص الفاروق أن تقوم دولته على العدالة والرفق برعاياها ولو كانوا من غير المسلمين، وقد بقيت الحرية الدينية معلماً بارزاً فى عصر الخلافة الراشدة، مكفولة من قبل الدولة، ومصانه بأحكام التشريع الربانى .(فصل الخطاب فى سيرة عمر بن الخطاب ص١٥٨ الفصل الثالث،المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

چاہو کہو۔

یہاں آپ رضی اللہ عنہ نے تغلب کے نصاریٰ سے جزیہ زیادہ اور زبردستی اس لیے وصول کیا کہ ایک تو وہ ارضِ عرب میں رہتے ہوئے وہاں کی سہولیات، بازار، اور دیگر چیزیں استعمال کررہے تھے، اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمانوں کے برابر سمجھتے ہوئے ان کے ماتحت ہونے سے منکر تھے۔ان کے اسی گھمنڈ اور غرور کو توڑنے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر جزیہ دوہرا لگایا۔ ل

جزیہ کی ادائیگی کا وقت کھیتی کے سال کا آخر ہوتا۔اور اسی وقت ہی جزیہ وصول کیا جاتا۔یوں نہ تھا کہ کسی بھی وقت کسی کے پاس بھی جاکر جزیہ وصول کرلیا جائے۔ بلکہ جزیہ دینے والوں کی سہولت وراحت کی خاطر ایک وقت مقرر تھا، اور اس وقت وہ تیار بھی رہتے۔یوں نہ جزیہ لینے والوں کو اور نہ دینے والوں کو کسی مشقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ ل

(ملاحظہ ہو:فصل الخطاب فی سیرۃ ابن الخطاب ص ۲۱۹ الفصل الرابع،المبحث الأول)

ل أخذ عمر الصدقة مضاعفة من نصارى تغلب:

كان بعض عرب الجزيرة من النصارى قد رفضوا دفع الجزية لكونهم يرونها منقصة ومذمة، فبعث الوليد برؤساء النصارى وعلمائهم إلى أمير المؤمنين فقال لهم: أدُّوا الجزية .فقالوا لعمر: أبلغنا مأمننا، والله لئن وضعت علينا الجزاء لندخلن أرض الروم والله لتفضحُنَّا من بين العرب، فقال لهم: أنتم فضحتم أنفسكم، وخالفتم أمتكم فيمن خالف وافتضح من عرب الضاحية، والله لتؤدنَّه وأنتم صَغَرة قَمأَة (يعنى حقيرين) ولئن هربتم إلى الروم لأكتبن فيكم، ثم لأسبينكم قالوا: فخذ منا شيئاً ولا تسمه جزاء، فقال: أما نحن فنسميه جزاء وسموه أنتم ما شئتم، فقال له على بن أبى طالب: يا أمير المؤمنين ألم يُضْعِف عليهم سعد بن مالك الصدقة؟ قال: بلى، وأصغى إليه فرضى به منهم جزاء، فرجعوا على ذلك(1)، ومن هذا الخبر نأخذ درساً في معاملة المتكبرين من الأعداء الذين يخاطبون المسلمين بعزة وأنفة ويهددون باللجوء إلى دول الكفر، فنجد أمير المؤمنين خاطبهم بعنف وحقّرهم وهددهم إذا لجأوا إلى الكفار بالسعى فى إحضارهم ومعاملتهم كمعاملة الحربيين من سبى ذراريهم ونسائهم، وهذا أشد عليهم كثيراً من دفع الجزية، فهذا الجواب القوى أزال ما فى رؤوسهم من الكبرياء والتعاظم فرجعوا متواضعين يطلبون من أمير المؤمنين أن يوافق على أخذ ما يريد من غير أن يُسمِّى ذلك جزية، وهنا تدخل على رضى الله عنه وكان لرأيه مكانة عند عمر لفقهه فى الدين، فأشار عليه بأن يُضعِف الصدقة كما فعل سعد بن أبى وقاص بأمثالهم، فقبل ذلك أمير المؤمنين تألفاً لهم ومنعاً من محاولة اللجوء إلى دول الكفر، وقد أصبح هذا الرأى مقبولاً حينما وقع موقعه، وذلك بعد ما أزال أمير المؤمنين ما فى نفوسهم من العزة والكبرياء، فأما لو قبل ذلك منهم فى بداية العرض فإنهم سيعودون بكبريائهم ولا يؤمن منهم بعد ذلك أن ينقضوا العهد ويسيئوا إلى المسلمين (فصل الخطاب فى سيرة عمر بن الخطاب ص ۱۵۸ الفصل الثالث،المبحث الاول)

www.idaraghufran.org

پیارے بچو! مولانا محمد ریحان

کچھ میٹھا!

پیارے بچو! ایک عورت تھی۔اس کا نام حبیبہ تھا۔وہ ایک سکول میں استانی تھی۔وہ بہت مزیدار کھانے بنایا کرتی تھی۔اور اسے مزیدار کھانے بنانا بہت اچھا لگتا تھا۔اس کے تین بچے تھے جن کا نام فاطمہ،عبدالکریم اور حمنہ تھا۔وہ اپنے بچوں کے لیے مختلف مزیدار چیزیں بنایا کرتی تھی۔

ایک دن حبیبہ نے اپنے بچوں کے لیے ایک کیک بنایا۔ظہر کے بعد جب بچے سکول سے واپس آ گئے،تو حبیبہ نے اپنے بچوں کے سامنے کیک اور دودھ رکھ دیا۔

سب بچے دستر خوان پر بیٹھ گئے اور گرم گرم کیک اور دودھ سے کو مزے سے کھانے پینے لگے،حبیبہ نے اپنی چھوٹی بیٹی سے کہا:''حمنہ!کیا آپ کو اور کیک چاہئے؟''حمنہ نے جواب دیا''نہیں''

اور دونوں بھائی کھانے میں خوب مگن تھے۔اور ان میں سے ہر ایک بہت تیزی تیزی سے کھا رہا تھا تا کہ وہ جلدی سے کھا کر باہر نکلے اور اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلے۔

پھر والدہ نے عبدالکریم کو یہ کہتے ہوئے کیک پیش کیا:''کیا آپ کو اور کیک چاہیے؟''

عبدالکریم نے بھی تیزی سے اور بڑبڑاتے ہوئے جواب دیا کہ''نہیں''

عبدالکریم اور حمنہ دونوں یہ بھول گئے تھے کہ اپنی ماں کو''جزاک اللہ''اور''شکریہ''کہیں۔

عبدالکریم نے فاطمہ سے کہا:''جلدی کرو اور دودھ کا گلاس جلدی پیو،ہمیں کھیلنے بھی جانا ہے۔''

حمنہ جلدی جلدی دودھ پی رہی تھی ،اسی دوران حمنہ نے اپنے سکول کی وہ سرگرمیاں بتانا شروع کر دیں جو وہ آج کے دن سکول میں کر رہی تھی،اور اس نے اپنی والدہ سے کہا:

''پیاری امی!کل ہمارے سکول میں تقریر کا مقابلہ ہے،کیا اس میں میں حصہ لے سکتی ہوں؟''

عبدالکریم نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا:''نہیں تم نہیں لے سکتی''۔

حمنہ نے عبدالکریم سے کہا:''آپ خاموش ہو جاؤ،میں آپ سے سوال نہیں کر رہی بلکہ میں اپنی والدہ سے سوال کر رہی ہوں،آپ کے لیے یہی بہتر ہے کہ اپنے اسکول کے کام پر توجہ دو''

حمنہ اور عبدالکریم جو کچھ بھی کہہ رہے تھے ان کی والدہ ان کی بات پر توجہ نہ دی رہی تھی کیونکہ انہوں نے اپنی والدہ کو صحیح طریقے سے جواب نہ دیا تھا، ان کی والدہ نے پورا دن محنت اور مشکل سے ان کے لیے کیک تیار کیا تھا، لیکن ان دونوں نے اس کیک کی اور اپنی والدہ کی محنت کی قدر نہ کی تھی۔ وہ دونوں تو اپنی باتوں اور کھیل کود میں مشغول تھے، اور ان دونوں نے اپنی والدہ کے اس احساس کو محسوس نہ کیا تھا۔ ان کی والدہ کو ان دونوں کے اس رویہ سے بہت صدمہ ہوا۔

پھر ان کی والدہ نے فاطمہ کو کہتے ہوئے کیک دیا: ''اور کچھ آپ کو چاہیے فاطمہ؟'' کیا آپ کو اور کیک چاہیئے''۔ کیک تو بہت لذیذ اور مزیدار تھا اور فاطمہ اور بھی کھانا چاہ رہی تھی لیکن وہ اتنا کھا چکی تھی کہ اس کا پیٹ بھر گیا تھا۔ فاطمہ نے مسکراتے ہوئے اپنی والدہ کو جواب دیا:

''جزاک اللہ (شکریہ) نہیں مجھے اور نہیں چاہیے میں اتنا کھا چکی ہوں کہ میرا پیٹ بھر چکا ہے''

بچوں کی والدہ، فاطمہ کا یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئی۔ اور اپنے جی ہی جی میں کہنے لگی: ''فاطمہ نے کتنا اچھا جواب دیا ہے'' جیسے ہی عبدالکریم اور حمنہ نے دیکھا کہ کیسے فاطمہ نے والدہ کو ادب کے ساتھ اور مسکراتے ہوئے جواب دیا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ان کی والدہ فاطمہ کا یہ جواب سن کر مسکرا رہی ہیں، یہ سب دیکھ کر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور ان دونوں نے یہ محسوس کیا کہ کم سے کم انہیں لذیذ کیک کی وجہ سے جسے ان کی والدہ نے اتنی محنت سے تیار کیا تھا، شکریہ کہنا چاہیے تھا۔ ان دونوں نے اپنی والدہ سے کہا: ''ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ جس رویہ سے ہم نے آپ سے بات کی ہے، ضرور ہمارے رویہ نے آپ کو تکلیف دی ہوگی، ہمیں اس بات کی امید ہے کہ آپ ہمیں معاف کر دیں گی، ہم آئندہ کبھی بھی اس طرح پیش نہ آئیں گے''۔

یہ سن کر بچوں کی والدہ بہت خوش ہوئیں اور خوشی کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، اور محبت سے اپنے بچوں کو گلے سے لگا لیا۔

پیارے بچو! جب کوئی آپ کو کوئی چیز دے جس کے کھانے کا یا اسے استعمال کرنے کا آپ کا دل نہیں چاہ رہا ہو تو ہمیشہ اس انداز سے مسکراتے ہوئے کہو: ''شکریہ، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے''

اس طرح آپ کا یہ انداز اوروں کی اور توجہ آپ کی طرف بڑھائے گا اور دوسروں سے آپ کے تعلق کو اور مضبوط کرے گا۔

بزمِ خواتین (عورت کا تقدس اور حقوق نسواں کا فریب: قسط54) مفتی طلحہ مدثر

امامت اور جماعت میں خواتین کے اختیارات (دوسرا حصہ)

معزز خواتین! خواتین کے لیے مردوں کی طرح جماعت کی تاکید اور پابندی نہیں ہے، اسی لیے اگر وہ جماعت کی نماز چھوڑ بھی دیں، تو ان کے حق میں شرعاً یہ کوئی معیوب اور بری چیز نہیں ہے، البتہ خواتین کے حق میں بہتر چیز کیا ہے، یعنی کس صورت میں خواتین کو زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے، اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بالکل واضح اور دوٹوک ہیں، جس میں کوئی ابہام نہیں ہے، اس سلسلے کی کچھ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

خواتین کے لیے گھر میں نماز پڑھنا بہتر ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں یہ مضمون مروی ہے، کہ خواتین کے لیے گھر میں نماز پڑھنا، مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے، چنانچہ ام حمید ساعدی (ابوحمید الساعدی کی زوجہ) سے روایت ہے کہ:

أَنَّهَا جَاءَ تِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنِّيْ أُحِبُّ الصَّلَاةَ مَعَكَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكِ تُحِبِّيْنَ الصَّلَاةَ مَعِيْ وَصَلَاتُكِ فِيْ بَيْتِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ حُجْرَتِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ حُجْرَتِكِ خَيْرٌ مِّنْ صَلَاتِكِ فِيْ دَارِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ دَارِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ وَصَلَاتُكِ فِيْ مَسْجِدِ قَوْمِكِ خَيْرٌ لَكِ مِنْ صَلَاتِكِ فِيْ مَسْجِدِيْ قَالَ فَأَمَرَتْ فَبُنِيَ لَهَا مَسْجِدٌ فِيْ أَقْصٰى شَيْءٍ مِنْ بَيْتِهَا وَأَظْلَمِهٖ فَكَانَتْ تُصَلِّيْ فِيْهِ حَتّٰى لَقِيَتِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، ۲۷۰۹۰، صحیح ابن حبان ۲۲۱۷)

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنے کا شوق رکھتی ہو، مگر تمہاری وہ نماز جو اندرونی کوٹھڑی میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو کمرہ میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو کمرہ میں ہو اس نماز سے بہتر ہے جو گھر کے احاطہ (صحن وغیرہ) میں ہو اور تمہاری وہ نماز جو گھر کے احاطہ (صحن وغیرہ) میں ہو، اُس نماز سے بہتر ہے جو محلّہ کی مسجد میں ہو، اور تمہاری وہ نماز جو محلّہ کی مسجد میں ہو اُس نماز سے بہتر ہے جو میری مسجد (یعنی میرے پیچھے مسجد نبوی) میں ہو، چنانچہ (حضرت اُمِّ حمید رضی اللہ عنہا نے گھر والوں کو) کہہ کر اپنے کمرے کے کونے میں جہاں سب سے زیادہ اندھیرا رہتا تھا، نماز پڑھنے کی جگہ بنوائی، وہیں نماز پڑھا کرتی تھیں، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملیں (مسند احمد)

مذکورہ حدیث میں اس بات کی صراحت ہے، کہ حضرت ام حمید کو مسجدِ نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا شوق تھا، اور ان کی اس حالت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی واقف تھے، لیکن پھر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گھر میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی، اور حضرت ام حمید نے مرتے دم تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کیا، ام حمید ساعدی کا یہ واقعہ بعض احادیث میں ان الفاظ میں بھی منقول ہیں:

”أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّا نُحِبُّ الصَّلَاةَ تَعْنِيْ مَعَكَ فَيَمْنَعُنَا أَزْوَاجُنَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَاتُكُنَّ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ خَيْرٌ مِنْ صَلَاتِكُنَّ فِيْ دُوْرِكُنَّ، وَصَلَاتُكُنَّ فِيْ دُوْرِكُنَّ أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِكُنَّ فِيْ مَسْجِدِ الْجَمَاعَةِ“ (السنن الكبرى للبيهقي، جماع أبواب إثبات إمامة المرأة وغيرها، باب الاختيار للزوج إذا استأذنت امرأته إلى المسجد أن لا يمنعها، حديث نمبر ۵۳۷۱)

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کو پسند کرتے ہیں، لیکن ہمارے شوہر اس سے منع کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اپنے گھروں کے اندرونی حصہ میں نماز پڑھنا، تمہارے گھر کے اندر نماز پڑھنے سے بہتر ہے، اور تمہارا گھر کے اندر نماز پڑھنا، تمہارے مسجد میں نماز پڑھنے

سے افضل ہے (بیہقی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے، خواتین کے لیے مساجد کے مقابلے میں گھروں میں نماز کے بہتر اور افضل ہونے کا یہ حکم، متعدد صحابہ سے مروی ہے، چنانچہ حضرت ام حمید ساعدی کے علاوہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون کی احادیث مروی ہیں۔

مسجد کے مقابلے میں گھروں میں نماز کے بہتر ہونے کا مذکورہ حکم عام ہے اور تمام خواتین کے لیے ہے، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی بعض روایات میں بہت بوڑھی خواتین اور حج وعمرہ کے سفر میں موجود خواتین کو اس عمومی حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، اور ان کے لیے حرمین یعنی مسجدِ نبوی اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے کو اس حکم میں شامل نہیں کیا گیا، چنانچہ حضرت ابوعمرو شیبانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

سَمِعْتُ رَبَّ هٰذِهِ الدَّارِ، يَعْنِي ابْنَ مَسْعُوْدٍ حَلَفَ فَبَالَغَ فِي الْيَمِيْنِ مَا صَلَّتِ امْرَأَةٌ صَلَاةً أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ صَلَاةٍ فِيْ بَيْتِهَا إِلَّا فِيْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، إِلَّا امْرَأَةٌ قَدْ أَيِسَتْ مِنَ الْبُعُوْلَةِ (مصنف ابن أبي شيبة كتاب الصلاة، باب من كره ذلك، رقم الحديث ٧٧٠١، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٩٤٧٣)

ترجمہ: میں نے اس گھر کے مالک یعنی ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے سُنا، جنہوں نے بہت مضبوط طریقے سے قسم اُٹھا کر فرمایا کہ کسی عورت کا نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کو اُس نماز سے زیادہ پسند نہیں ہے، جو وہ اپنے گھر میں پڑھے، سوائے حج یا عمرہ کے، مگر وہ عورت جو کہ (عمر کی وجہ سے) زوجیت سے مایوس ہوچکی ہو (ابنِ ابی شیبہ)

ان خواتین کے عام حکم میں شامل نہ ہونے کی وجہ ان دونوں مساجد میں نماز کی مخصوص فضیلت بھی ہوسکتی ہے، اور یہ بھی کہ مسافر خواتین کو سفر کے علاوہ ان مساجد میں نماز پڑھنے کے مواقع میسر نہیں آتے، بنسبت وہاں کہ مقیم خواتین کے، کہ وہ سال کے دوران جب چاہیں، ان مساجد میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرسکتے ہیں، واللہ اعلم۔

(جاری ہے............)

www.idaraghufran.org

شوال کے چھ روزوں کی فضیلت

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (مسلم، رقم الحديث ٢٠٤)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے رمضان کے روزے رکھے اوراس کے بعد چھ (نفل) روزے شوال کے مہینے میں رکھ لئے تو (پورے سال کے روزے رکھنے کا ثواب ہوگا، اگر ہمیشہ ایسا ہی کرے گا تو) گویا اس نے ساری عمر روزے رکھے (مسلم)

اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، تو یہ پورے زمانے (یعنی سال بھر) کے روزے ہیں، میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہر ایک دن، دس (دن کے روزوں کے ثواب) کے برابر ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک (طبرانی کبیر، حدیث نمبر 3902)

ملحوظ رہے کہ یہ روزے شوال کے مہینے میں لگا تار، یا وقفہ وقفہ سے رکھنا بھی جائز ہے، اور فوراً عید کے اگلے روز سے رکھنا بھی ضروری نہیں، بلکہ حسبِ سہولت پورے مہینہ میں رکھے جا سکتے ہیں۔

موسیقی (Music) کی وجہ سے مسخ اور خسف ہونے کا عذاب

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت میں (زمین میں) دھنسنے اور صورتیں مسخ ہونے اور پتھر برسائے جانے کا عذاب ہوگا، مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! یہ کب ہوگا؟ تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب گانے والی (عورتیں اور چیزیں) اور گانے بجانے کے آلات (Musical instruments) عام ہوجائیں گے، اور شرابیں پی جائیں گی (سنن الترمذی، حدیث نمبر 2212)

اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میری امت چھ چیزوں کو حلال سمجھے گی، تو ان پر ہلاکت نازل ہوگی، جب لعن طعن عام ہوجائے گی، اور شرابیں پییں گے، اور ریشم پہنیں گے، اور گانے والی عورتوں کو اختیار کریں گے، اور مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی شہوت پوری کرنے میں اکتفاء کریں گے (طبرانی اوسط، 1086)

یعنی لعن طعن کرنا، شراب پینا، ریشم پہننا، گانے والی عورتوں کو سننا یا ان کی طرف التفات کرنا، فحش کاموں کو اختیار کرنا، اور اسی طرح آلاتِ موسیقی کا استعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذابِ الٰہی کا ذریعہ ہے، جس سے سختی سے بچنے کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

www.idaraghufran.org

والدین کی زندگی میں اوران کی وفات کے بعد کرنے کے کام

حضرت ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: ہم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک آدمی آیااوراس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا میرے والدین کی وفات کے بعد (بھی) کوئی ایسی چیز باقی ہے، جس کے ذریعہ سے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک (نیکی والا برتاؤ) کرسکوں؟ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جی ہاں! (یہ چیزیں باقی ہیں) اُن کے لئے (اللہ کی طرف سے) رحم (یعنی رحمت) کی دعاء کرنا، اور اُن کے لئے استغفار (یعنی اُن کی مغفرت کے لئے دعاء) کرنا، اور اُن کے (فوت ہونے کے) بعد اس عہد (یعنی وصیت ونیک چاہت) کو پورا کرنا کہ جس کو وہ انجام دینا چاہتے تھے، اور وہ صلہ رحمی کرنا جو صرف ماں باپ کے تعلق (ورشتہ داری کی وجہ) سے ہو، اور اُن کے سچّے دوستوں کا اکرام کرنا (سنن أبی داؤد، حدیث نمبر5142)

والدین کی وفات کے بعد عام طور پر انسان ان کے رشتہ داروں سے غافل ہو جاتا ہے، اور صرف ان رشتہ داروں کو ترجیح دیتا ہے، جن سے براہِ راست اپنا رشتہ وابستہ ہوتا ہے، جبکہ بعض لوگوں تو رشتہ ناتہ بھی ختم کر لیتے ہیں، اس لیے ان کی وفات کے ان کے رشتہ داروں کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ صلہ رحمی اور نیک برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔

زبان کو ذکرُ اللہ سے تَر رکھنے کا حکم

حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو دیہاتی آئے، پس اُن میں سے ایک نے عرض کیا کہ اے محمد! لوگوں میں بہترین آدمی کون سا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جس کی عمر لمبی ہو، اور عمل اچھا ہو، اور دوسرے دیہاتی نے عرض کیا کہ اسلام کے شرعی احکام ہم پر بہت زیادہ ہیں، تو کون سی جامع چیز پر ہم مضبوطی سے عمل کریں؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تَر رہے (مسند احمد، حدیث17680)

زبان کے ہر وقت ذکرُ اللہ میں مشغول رہنے کے بجائے جو یہ فرمایا کہ ’’زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تَر رہے‘‘ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ زبان کا ہر وقت عملی طور پر ذکر میں مشغول رہنا ضروری نہیں، البتہ اتنا کافی ہے کہ ذکر کی تَری ہر وقت باقی رہے، اور یہ کیفیت مختلف احوال واوقات اور اسباب کی مسنون دعاؤں میں مشغولی سے بھی حاصل ہوجاتی ہے، کہ ایک حالت سے دوسری حالت اور ایک وقت سے دوسرے وقت اور ایک سبب سے دوسرے سبب کی طرف منتقل ہونے کے وقت جو مسنون ذکر ودعاء کی جاتی ہے، اُس کی تَری اور اثر دوسری حالت اور دوسرے وقت تک باقی رہتا ہے، مثلاً سونے سے پہلے کے مسنون اذکار کی تَری جاگنے تک باقی رہتی ہے، پھر جاگنے پر حالت بدلتی ہے، تو اس وقت ذکر کرلیا جائے، تو ذکر کی تَری برقرار رہتی ہے۔

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

’’عمل بالحدیث‘‘ کا حکم(قسط15)

(جواب:سوال نمبر2)

’’الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد‘‘ کی عبارت پر کلام

جہاں تک حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تالیف’’**الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد**‘‘ کی پیش کردہ عبارت کے متعلق سوال کا تعلق ہے،تو اس کی مذکورہ مکمل عبارت مندرجہ ذیل ہے:

’’ائمۂ مجتہدین نے جو یہ فرمایا کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں، جب تک اس کی دلیل معلوم نہ ہو۔

مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں، جن کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو۔

ورنہ ان کا یہ قول اولاً احادیث، مجوزۂ تقلید کے معارض ہوگا، جو مقصدِ اول میں گزر چکی ہیں۔

ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا۔

فعل سے تو اس لیے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں، اسی طرح ان کے فتاویٰ، جو خود ان کے مدون کیے ہوئے ہیں، ان میں بھی التزام،نقلِ دلائل کا نہیں کیا، جیسے جامع صغیر وغیرہ، اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو، یا کتاب میں مدوّن ہو،عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے،تو ان کا یہ فعل خود مجوزِ تقلید ہے۔

اور قول سے اس لیے کہ ہدایہ اوّلین وغیرہ میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ’’اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوادے، اور وہ اس حدیث کو سن کر’’**أفطر الحاجم و**

www.idaraghufran.org

المحجوم ''یعنی پچھنے لگانے والے کا،اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں،دونوں کا روزہ گیا، یہ سمجھ جائے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا،اور پھر بقصد کھا پی لے،تو اس پر کفارہ لازم آئے گا،اور دلیل میں ابو یوسف رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے:

''لأن على العامی الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقهٖ إلى معرفة الأحاديث'' (هداية: ص ٢٠٦)

اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ عامی پر تقلیدِ مجتہدین کو واجب کہتے ہیں،پس معلوم ہوا کہ قولِ سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں،جن کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو، بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں، جو قوتِ اجتہادیہ رکھتے ہیں، چنانچہ خود اس قول میں تأمل کرنے سے یہ قید معلوم ہوسکتی ہے، کیونکہ اُن کا یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو،خود دالّ ہے،اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں،جس کو معرفتِ دلیل پر قدرت ہے،اور غیر صاحب قوتِ اجتہادیہ کو گو سماعِ دلیل ممکن ہے،مگر معرفت حاصل نہیں، پس جس کو قدرتِ معرفت ہی نہ ہو،اس کو معرفتِ دلیل کا امر کرنا،**تکلیف مالایطاق** ہے،جو عقلاً وشرعاً باطل ہے،پس واضح ہوگیا کہ یہ خطاب صرف صاحبِ اجتہاد کو ہے،نہ کہ غیر مجتہد کو'' (**الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد**،ص۴۹و۵۰،مقصد ششم:بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب،مطبوعہ:مکتبۃ المصباح،لاہور،پاکستان،اشاعتِ اول،2020ء)

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تالیف''**الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد**'' کی مذکورہ عبارت میں پہلے جو یہ فرمایا گیا کہ:

''ائمۂ مجتہدین کے اپنے قول پر، جب تک اس کی دلیل معلوم نہ ہو،اس پر عمل درست نہ ہونے کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں،جن کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو۔

اس کے مفہوم سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جن لوگوں کو قوتِ اجتہادیہ حاصل ہو،خواہ اس جزئی مسئلہ میں ہی کیوں نہ ہو،وہ اس کے مخاطب ہیں،اوران کے لیے ائمۂ مجتہدین کے قول پر اس وقت تک عمل درست نہیں،جب تک اس کی دلیل معلوم نہ ہو۔

لہٰذا قوتِ اجتہادیہ کے حامل عالم وفقیہ کو امام ومجتہد کے قول کی دلیل کی تحقیق اور اس پر اطمینان وعدمِ اطمینان دونوں مذموم نہیں، مگر آج کل کے متعصب مقلدین اس کو مذموم سمجھتے ہیں، جو حضرت تھانوی کے مذکورہ موقف کے خلاف ہے۔

اور''الاقتصاد''مذکورہ عبارت سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن لوگوں کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو، ان کے لیے ائمۂ مجتہدین کے قول پر دلیل معلوم ہوئے بغیر عمل کرنا درست ہے۔

لیکن یہ بات پھر بھی مذکورہ عبارت سے ثابت نہیں ہوتی کہ اگر کسی کو اپنی، یا کسی مجتہد کی تحقیق سے، کسی مجتہد وامام کے قول کے خلاف حدیث، یا مضبوط دلیل، یا کسی دوسرے امام ومجتہد کے قول کا نصوص ودلائل کے زیادہ موافق ہونا معلوم ہو جائے، تو اس کو اس مجتہد وامام کا قول ترک کر کے حدیث، یا مضبوط دلیل، یا کسی دوسرے مجتہد وامام کے قول پر عمل کرنا جائز نہ ہو، بلکہ مذکورہ عبارت میں جو مسئلہ ذکر کیا گیا ہے، اس سے اس کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ حدیث پر عمل کا درجہ قیاس واجتہاد سے مقدم ہے، نیز مضبوط دلیل کا درجہ کمزور دلیل سے مقدم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ''الاقتصاد''کی مذکورہ عبارت میں جو''مقصدِ اول''کا حوالہ دیا گیا ہے، اس میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ واضح طور پر یہ لکھ آئے ہیں کہ:

''یہ سب احادیث بالاشتراک، جوازِ قیاس پر دلالت کرتی ہیں، اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نصِ صریح نہ ملنے کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم، باذنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجتہاد کرتے تھے(الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد، ص۸، مقصد اول: اجتہاد وتقلید کے جائز ہونے اور اس کے محل میں، مطبوعہ: مکتبۃ المصباح، لاہور، پاکستان، اشاعتِ اول، 2020ء)

مذکورہ عبارت میں نصِ صریح نہ ملنے کی صورت میں ہی اجتہاد کا حکم مذکور ہے۔

نیز مقصد اول ہی میں صفحہ۱۰ پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے پانچویں حدیث ابوداؤد کی یہ نقل فرمائی ہے کہ:

'' عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ كَانَ إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ أَفْتَاهُ''

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملاعلی قاری نے فرمایا کہ:

”یعنی: کل جاھل سأل عالما عن مسألة فأفتاه العالم بجواب باطل، فعمل السائل بھا ولم یعلم بطلانه فإثمه علی المفتی إن قصر فی اجتھاده“ (مرقاۃ المفاتیح، ج: ۱ ص: ۳۱۸، کتاب العلم)

ترجمہ: مطلب یہ ہے کہ ہر وہ جاہل شخص، جو کسی مسئلہ کے متعلق عالم سے سوال کرے، اور وہ عالم اس کو غلط جواب دے کر فتویٰ دے دے، پھر سائل اس پر عمل کر لے، اور سائل کو اس جواب کے باطل ہونے کا علم نہ ہو سکے، تو اس کا گناہ مفتی پر ہوگا، جبکہ مفتی اپنے اجتہاد میں کوتاہی سے کام لے (مرقاۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر سائل کو مفتی کے جواب کا بطلان، یا خلافِ نص، یا خطاء ہونا معلوم ہو جائے ،تو اس کو اس مفتی کے فتوے پر عمل کرنا جائز نہیں رہتا۔

اور اسی لیے مذکورہ عبارت میں حضرت تھانوی نے یہ صاف فرمایا ہے کہ ”ان کا یہ فعل خود مجوزِ تقلید ہے“ یعنی مجوزِ تقلید تو ہے، ہر ایک کے لیے موجبِ تقلید نہیں، چہ جائیکہ کسی ایک متعین مجتہد کی تقلید واجب ہو۔

اور پہلے مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی ”**الاقتصاد فی التقلید والاجتھاد**“ کی یہ عبارت بھی گذر چکی ہے کہ:

”جس مسئلہ میں کسی عالم وسیعُ النظر، ذکی الفھم ،منصِف مزاج کو اپنی تحقیق سے، یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے، بشرطیکہ متقی بھی ہو، بشہادتِ قلب معلوم ہو جائے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے“

جس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ اور اس جیسی صفات کے حضرات کو اپنی تحقیق پر اور عامی کو ایسے حضرات کی تقلید پر عمل کرنا جائز ہے۔

اور حضرت تھانوی ہی کی یہ عبارت بھی پہلے گزر چکی ہے کہ:

”اگر اس جانبِ مرجوح میں گنجائشِ عمل نہیں، بلکہ ترکِ واجب، یا ارتکابِ امرِ ناجائز

لازم آتا ہے، اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی، اور جانبِ راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے، اس وقت بلاتردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا، اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی‘‘ (الاقتصاد فی التقلید والاجتهاد،ص۲۷،مقصد ہفتم :منع افراط وتفریط فی التقلید ووجوب اقتصاد، مطبوعہ: مکتبۃ المصباح، لاہور، پاکستان، اشاعتِ اول، 2020ء)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مذکورہ صورت میں حدیثِ صحیح صریح پر عمل واجب ہے، اور اس کے خلاف کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اور’’الاقتصاد‘‘ کی مذکورہ عبارت سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ موجودہ زمانے میں بھی قوتِ اجتہادیہ کا حاصل ہونا ممکن ہے، خواہ وہ’’قوتِ اجتہادیہ‘‘ کسی بھی درجہ کی ہو۔

اور موجودہ دور کے بہت سے علماء میں جو یہ بات مشہور ہے کہ موجودہ زمانے میں کسی کو بھی قوتِ اجتہادیہ حاصل نہیں، یہاں تک کہ ان کے نزدیک موجودہ زمانے میں اجتہاد، یا مجتہد ہونے کو ایک مذموم چیز سمجھ لیا گیا ہے، تو محققین نے اس کی تردید کی ہے، اور اس طرح کی غلط فہمی پر کلام کیا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی کا حوالہ

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے، ہر زمانے میں اجتہاد کی فرضیت کے ثبوت اور اس کے انکار کی تردید پر ایک مستقل تالیف’’الرد علی من أخلد إلی الأرض وجهل ان الاجتهاد في كل عصر فرض‘‘ کے عنوان سے تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے چار ابواب قائم کیے ہیں۔

موصوف نے پہلے باب میں’’اجتہاد کے ہر زمانے میں فرض ہونے پر‘‘ کلام کیا ہے، اور اس کے ذیل میں مختلف فصلوں میں مذاہبِ اربعہ کے علماء وفقہاء کی عبارات کو ذکر کیا ہے۔

اور دوسرے باب میں’’زمانے کے مجتہد سے خالی نہ ہونے پر‘‘ کلام کیا ہے، اور اس کے ذیل میں مختلف فصلوں میں مذاہبِ اربعہ کے علماء وفقہاء کی عبارات کو نقل کیا ہے، جن میں ایک فصل ’’مجتہدین کی اقسام‘‘ سے بھی متعلق ہے۔

www.idaraghufran.org

اور تیسرے باب میں ''اجتہاد کی تشجیع اور تقلید کی تشنیع پر'' کلام کیا ہے، اور اس کے ذیل میں مختلف فصلیں قائم کی ہیں، جس کے ضمن میں اجتہاد و تحقیق کے اصل اور تقلید کے عارض ہونے اور اجتہاد و تحقیق کی قدرت وصلاحیت ہونے کی صورت میں، تقلیدِ محض کی مذمت پر اہلِ علم حضرات کی تصریحات نقل کی ہیں۔

اور چوتھے وآخری باب میں ''اجتہاد سے متعلق متفرق فوائد'' ذکر کیے ہیں۔

مذکورہ تالیف کے شروع میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ:

وبعد، فإن الناس قد غلب عليهم الجهل، وعمهم وأعماهم حب العناد وأصمهم، فاستعظموا دعوى الاجتهاد، وعدوه منكرا بين العباد، ولم يشعر هؤلاء الجهلة أن الاجتهاد فرض من فروض الكفايات فى كل عصر وواجب على أهل كل زمان أن يقوم به طائفة فى كل قطر .

وهذا كتاب فى تحقيق ذلک سميته "الرد على من أخلد إلى الأرض جهل أن الاجتهاد فى كل عصر فرض "

وينحصر فى أربعة أبواب :

الباب الأول فى ذكر نصوص العلماء على أن الاجتهاد فى كل عصر فرض من فروض الكفايات، وأنه لا يجوز شرعا إخلاء العصر منه.

اعلم أن نصوص العلماء من جميع المذاهب متفقة على ذلک (كتاب الرد على من أخلد إلى الأرض وجهل ان الاجتهاد فى كل عصر فرض، ص ٢،٣، الناشر: المكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

ترجمہ: حمد وصلاۃ کے بعد عرض ہے کہ: لوگوں میں جہل غالب آ گیا، جو اُن سب کو عام ہو گیا، اور ''عناد'' کی محبت نے ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا، جس کے نتیجے میں انہوں نے اجتہاد کے دعوے کو بہت بڑی چیز خیال کر لیا، اور اس کو بندوں کے درمیان فعلِ منکر شمار کر لیا، اور ان جہلاء کو یہ شعور حاصل نہ ہوا کہ اجتہاد ہر زمانے میں فروضِ کفایہ میں سے

ایک فریضہ ہے،اور ہر زمانے والوں پر واجب ہے کہ وہ ہر علاقے میں مجتہدین کی ایک جماعت قائم کریں (ورنہ اجتماعی طور پر سب گناہ گار ٹھہریں گے)

اور یہ کتاب اس مسئلے کی تحقیق میں ہے،جس کا نام میں نے''**الرد علی من أخلد إلی الأرض، وجهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض**''رکھا ہے(جس کا مطلب ہے''اس شخص پر رَد، جو زمین کی طرف ہمیشہ رہے، اور اسی کی تقلید کی جاتی رہے،اوراس بات سے جاہل ہوکہ اجتہاد ہر زمانے میں فرض ہے'')

اور یہ کتاب چارابواب میں منحصر ہے۔

پہلا باب:علماء کی اس بات پر نصوص کے ذکر میں ہے کہ اجتہاد ہر زمانے میں فروضِ کفایات میں سے ایک فریضہ ہے،اور شرعاً اس سے زمانے کو خالی کرنا جائز نہیں۔

یہ بات جان لینی چاہیے کہ تمام مذاہب کے علماء کی نصوص اس بات پر متفق ہیں (الرد علیٰ من اخلد الی الارض)

پھر علامہ سیوطی دوسرے باب میں ایک مستقل فصل قائم کرکے،لکھتے ہیں کہ:

لهج كثير من الناس اليوم بان المجتهد المطلق ،فقد من قديم، وانه لم يوجد من دهر الا للمجتهد المقيد ، وهذا غلط منهم ، ما وقفوا على كلام العلماء، ولا عرفوا الفرق بين المجتهد المطلق والمجتهد المستقل ، ولا بين المجتهد المقيد والمجتهد المنتسب، وبين كل مما ذكر فرق.

ولهذا ترى ان من وقع فى عبارته ان المجتهد المستقل مفقود من دهر ،ينص فى موضع آخر على وجود المجهتد المطلق .

والتحقيق فى ذالک ان المجتهد المطلق اعم من المجتهد المستقل، وغير المجتهد المقيد ، فان المستقل هو الذى استقل بقواعده لنفسه يبنى عليها الفقه خارجا عن قواعد المذاهب المقررة، هذا شيئ فقد

مـن دهر ، بل لو اراده الانسان اليوم لامتنع عليه، ولم يجز له نص عليه غير واحد ....

واما الـمـجتهـد المطلق غير المستقل ، فهو الذى وجدت فيه شروط الاجتهـاد التـى اتـصف بهـا الـمـجتهـد الـمستـقل، ثم لم يبتكر لنفسه قواعد،بل سلك طريقة امام من ائمة المذاهب فى

الاجتهاد ، فهذا مطلق منتسب ، لامستقل، ولا مقيد ، هذا تحرير الفرق بيـنهـمـا فبين المستقل والمطلق عموم وخصوص ، فكل مستقل مطلق، وليس كل مطلق مستقلا (كتاب الرد على من أخلد إلى الأرض وجهل ان الاجتهاد فى كل عصر فرض،ص۳۸، الباب الثانی، الناشر: المكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

ترجمہ: بہت سے لوگ آج کے دور میں اس بات کے دیوانے ہوگئے کہ ’’مجتہدِ مطلق ‘‘بہت زمانے سے مفقود ہیں،اور مدتِ دراز سے صرف ’’مجتہدِ مقید‘‘ہی پائے جاتے ہیں،لیکن یہ اِن لوگوں کی غلطی ہے، یہ لوگ علماء کے کلام سے واقف نہیں ہوئے،اور نہ انھوں نے ’’مجتہدِ مطلق‘‘اور’’مجتہدِ مستقل‘‘ کے درمیان فرق کو پہچانا،اور نہ ہی انہوں نے ’’مجتہدِ مقید‘‘اور’’مجتہدِ منتسب‘‘ کے درمیان فرق کو پہچانا،حالانکہ مذکورہ حضراتِ گرامی کے مابین فرق ہے۔

اوراسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ جس کسی کی عبارت میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ ’’مجتہدِ مستقل‘‘مدتِ دراز سے مفقود ہیں،تو دوسرے مقام پراسی شخص کی عبارت میں ’’مجتہدِ مطلق‘‘ کے موجود ہونے کی تصریح بھی پائی جاتی ہے۔

اوراس سلسلے میں تحقیق یہ ہے کہ ’’مجتہدِ مطلق‘‘ عام ہے’’مجتہدِ مستقل‘‘ سے،اور ’’مجتہدِ مطلق‘‘،’’مجتہدِ مقید‘‘ کا غیر ہے، کیونکہ ’’مجتہدِ مستقل‘‘وہ ہے، جواپنے آپ کے لیے فقہ پر مبنی ایسے مستقل قواعد قائم کرے، جو دوسرے مذاہب کے مقررہ قواعد سے خارج ہوں،اور یہ ایسی چیز ہے، جوایک زمانے سے مفقود ہے، بلکہ اگر کوئی انسان آج کے

دور میں اس کا ارادہ کرے، تو اس کو منع کیا جائے گا، اور اس کو جائز قرار نہیں دیا جائے گا، جس کی کئی حضرات نے تصریح کی ہے۔......

جہاں تک ''مجتہدِ مطلق غیر مستقل'' کا تعلق ہے، تو وہ، وہ مجتہد ہے، جس میں اس اجتہاد کی وہ شروط پائی جائیں، جن کے ساتھ ''مجتہدِ مستقل'' متصف ہوتا ہے، پھر وہ اپنے لیے نئے قواعد کو ایجاد نہ کرے، بلکہ وہ اجتہاد میں ائمہ مذاہب کے کسی امام کے طریقے پر چلے، تو یہ ''مجتہدِ مطلق منتسب'' کہلاتا ہے، نہ تو ''مجتہدِ مستقل'' کہلاتا، اور نہ ''مجتہدِ مقید'' کہلاتا، پس ان دونوں کے درمیان یہ واضح فرق ہے، اور ''مجتہدِ مستقل'' اور ''مجتہدِ مطلق'' کے درمیان ''عموم وخصوص'' کی نسبت ہے، چنانچہ ہر ''مجتہدِ مستقل، مجتہدِ مطلق'' ہوتا ہے، لیکن ہر ''مجتہدِ مطلق، مجتہدِ مستقل'' نہیں ہوتا (الرد علٰی من اخلد الی الارض)

پھر اس کے بعد علامہ سیوطی نے ''مجتہدِ منتسب'' اور ''مفتی منتسب'' کی چار حالتوں کا ذکر کیا ہے۔

پہلی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے امام کا مذہب اور دلیل کسی میں ''مقلد'' نہ ہو۔

اور دوسری حالت یہ ہے کہ وہ اپنے امام کا مذہب میں مقید ہو کر ''مجتہد'' ہو، اور اس کے اصول کی دلیل کے ساتھ تقریر کرنے میں ''مستقل'' ہو۔

اور تیسری حالت یہ ہے کہ وہ مذکورہ لوگوں کے رتبہ پر نہ پہنچا ہو، لیکن وہ ''فقیہُ النفس'' ہو، اور اپنے امام کے مذہب کو محفوظ رکھتا ہو، جس کو وہ دلائل سے پہچانتا ہو، اور ترجیح کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔

اور چوتھی حالت یہ ہے کہ وہ مذہب اور اس کی نقل کو محفوظ رکھتا ہو، لیکن وہ دلائل کی تقریر اور قیاسات کی تحریر میں ضعیف ہو۔

خلاصہ یہ کہ جو ''مجتہد'' مستقل نہ ہو، اس کی چار اقسام ہیں:

پہلی قسم ''مجتہدِ مطلق'' کی ہے، اور دوسری قسم ''مجتہد مقید'' کی ہے، جس کو ''مجتہدِ تخریج'' بھی کہتے ہیں، اور تیسری قسم ''مجتہدِ ترجیح'' کی ہے، اور چوتھی قسم ''مجتہدِ فتیا'' کی ہے۔

جس کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:

وانما جاء الغلط لاهل عصرنا من ظنهم ترادف المطلق والمستقل ، وليس

كذالک ، لما قد عرفته (كتاب الرد على من أخلد إلى الأرض وجهل ان الاجتهاد فى كل عصر فرض،ص ۴۲، الباب الثانى، الناشر: المكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

ترجمہ: اور ہمارے زمانے کے لوگوں کو غلطی اس چیز سے لگی کہ انہوں نے ''مطلق'' اور ''مستقل'' کو ''مترادف'' سمجھ لیا، حالانکہ واقعہ اس طرح نہیں ہے، جیسا کہ آپ پہچان چکے ہیں (الرد علیٰ من اخلد الی الارض)

اس سے معلوم ہوا کہ صرف مجتہدِ مستقل، ایک زمانے سے مفقود ہیں، لیکن مجتہدِ مطلق اپنی جملہ اقسام وانواع کے ساتھ مفقود نہیں۔

جبکہ بعض علماء غلط فہمی کی وجہ سے مجتہدِ مطلق کو مجتہدِ مستقل کے مترادف سمجھتے ہیں، اور مجتہدِ مطلق ومنتسب کی جملہ اقسام کو مفقود خیال کرتے ہیں۔

پھر علامہ سیوطی، مذکورہ تالیف کے تیسرے باب میں لکھتے ہیں کہ:

الباب الثالث فى ذكر من حث على الاجتهاد وامر به وذم التقليد ونهى عنه: اعلم انه ما زال السلف والخلف يامرون بالاجتهاد ، ويحضون عليه، وينهون عن التقليد، ويذمونه ، ويكرهونه ، وقد صنف جماعة لايحصون فى ذم التقليد (كتاب الرد على من أخلد إلى الأرض وجهل ان الاجتهاد فى كل عصر فرض،ص ۴۲، الباب الثالث، الناشر: المكتبة الثقافة الدينية، القاهرة)

ترجمہ: تیسرا باب اُن حضرات کے ذکر میں ہے، جنہوں نے اجتہاد پر ابھارا ہے، اور اس کا حکم دیا ہے، اور تقلید کی مذمت بیان کی ہے، اور اس سے منع کیا ہے۔

یہ بات جان لینی چاہیے کہ سلف اور خلف، برابر ہمیشہ اجتہاد کا حکم فرماتے رہے، اور اس پر اُبھارتے رہے، اور تقلید سے منع فرماتے رہے، اور اس کی مذمت بیان کرتے رہے، اور اس کو ناپسند فرماتے رہے، اور تقلید کی مذمت میں اتنے حضرات نے تصنیف وتالیف فرمائی ہے کہ جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا (الرد علیٰ من اخلد الی الارض)

اس کے بعد مذکورہ تالیف کے آخری باب کے ذیل میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:

الباب الرابع فی فوائد منثورة تتعلق بالاجتهاد :

الاولیٰ: قال الشیخ مجد الدین بن دقیق العید ، والد الشیخ تقی الدین فی کتابه "تلقیح الافهام" عز المجتهد فی هذه الاعصار، ولیس ذلک لتعذر حصول آلة الاجتهاد، بل لاعراض الناس فی اشتغالهم عن الطریق المفضیة الیٰ ذالک (کتاب الرد علی من أخلد إلی الأرض وجهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض،ص٦٨، الباب الرابع، الناشر: المکتبة الثقافة الدینیة، القاهرة)

ترجمہ: چوتھا باب "اجتہاد سے متعلق مختلف فوائد کے بارے میں ہے":

پہلا فائدہ: شیخ تقی الدین کے والد شیخ مجدُ الدین بن دقیقُ العید نے اپنی کتاب "تلقیح الافھـــام" میں فرمایا کہ موجودہ ادوار میں جو مجتہد نایاب ہوگئے ہیں، تو یہ حالت اجتہاد کے ذرائع کے حصول کے متعذر ہونے کی وجہ سے نہیں ہوئی، بلکہ جو راستہ اس کی طرف پہنچانے والا ہے، اس میں مشغولی سے اعراض کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی (الرد علی من اخلد الی الارض)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ مجتہدین کے نایاب وکم یاب ہونے میں خود اصحابِ علم کی کوتاہی کو دخل ہے، جس کا صاف لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ "کام چوری" کی وجہ سے یہ حالت پیدا ہوئی۔

پھر علامہ سیوطی مذکورہ باب ہی میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

الخامسة: قال الامام فخر الدین فی المحصول :اهم العلوم للمجتهد علم اصول الفقه.

وقال الغزالی فی المستصفیٰ: اصول الفقه مقصدها تذلیل طرق الاجتهاد للمجتهدین.

وقال الذهبی فی بعض کتبه: یا مقلد ویا من یزعم ان الاجتهاد قد انقطع وما بقی مجتهد لاحاجة لک فی الاشتغال باصول الفقه ،

ولافائدة فی اصول الفقه الا لمن یصیر مجتهدا به، فاذا عرفه ولم یفک تقییدا ، فانه لم یصنع شیئا ، بل اتعب نفسه ، ورکب علی نفسه الحجة فی مسائل ، وان کان یقرؤه لتحصیل الوظائف ، ولیقال فهذا من الوبال (کتاب الرد علی من أخلد إلی الأرض وجهل ان الاجتهاد فی کل عصر فرض،ص ۷۰، الباب الرابع، الناشر: المکتبة الثقافة الدینیة، القاهرة)

ترجمہ: پانچواں فائدہ: امام فخر الدین نے''**المحصول**''میں فرمایا کہ مجتہد کے لیے علوم میں اہم علم''اصولِ فقہ'' کا علم ہے۔

اورامام غزالی نے''**المستصفٰی**''میں فرمایا کہ''اصولِ فقہ'' کا مقصود، مجتہدین کے لیے اجتہاد کے راستوں کو ہموار کرنا ہوتا ہے۔

اورعلامہ ذہبی نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے مقلد! اوراے وہ شخص جو یہ گمان کرتا ہے کہ اجتہاد منقطع ہوگیا، اور کوئی مجتہد باقی نہیں رہا، تو پھر تجھے''اصولِ فقہ'' میں مشغول ہونے کی کیا ضرورت ہے، کیونکہ اصولِ فقہ کا فائدہ تو اسی شخص کو ہوتا ہے، جو مجتہد بنتا ہے، پس جب اصولِ فقہ کو پہچان لیا، اوراس نے تقلید سے جان نہیں چھڑائی، تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا، بلکہ اپنے آپ کو تھکایا، اوراپنے نفس پر مسائل میں حجت کو سوار کرلیا، اوراگر اصولِ فقہ کو وظائف حاصل کرنے کے لیے، پڑھے گا، یا **قیل و قال** کے لیے پڑھے گا، تو یہ اس کے لیے وبال ہے (الرد علیٰ من اخلد الی الارض)

مطلب یہ ہے کہ اگراصولِ فقہ کی تعلیم کے مقصود کو پورا نہیں کرے گا، اوراس کے بجائے تنخواہ اور وظائف کو مقصود بنائے گا، تو کام چوری اور وبالِ آخرت کے ساتھ حرام خوری بھی لازم آئے گی۔

پس دینی مدارس و جامعات میں پے در پے اصولِ فقہ کی تعلیم دینے کے باوجود، اجتہاد کے باب کو مفقود قرار دینے والے حضرات کے لیے، یہ طرزِ عمل لمحۂ فکریہ ہے۔

اس کے علاوہ علامہ جلالُ الدین سیوطی نے ایک رسالہ''**إرشاد المهتدین إلی نصرة المجتهدین**''کے نام سے تالیف فرمایا ہے۔

اس رسالے میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ:

''اجتہاد سے متعلق پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کیا اجتہاد، موجودہ دور میں پایا جاتا ہے، یا نہیں؟

اور اجتہاد سے متعلق دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ''مجتہدِ مطلق'' ہی ''مجتہدِ مستقل'' ہوتا ہے، یا ان کے درمیان فرق ہے؟

اور اجتہاد سے متعلق تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ'' کیا مجتہد کے لیے جائز ہے کہ وہ مثلاً شافعیہ، وغیرہ پر وقف شدہ مدارس کی ولایت (اور وظائف وتنخواہ ومشاہرہ جات) حاصل کرے؟''

اور مذکورہ تینوں مسائل میں سے ہر ایک مسئلے کا جواب علماء سے منقول اور منصوص ہے، بلکہ اس پر اجماع ہے، جس میں کسی عالمِ صادق کو اختلاف نہیں، اور اس میں صرف غیر معتمد علماء کی طرف سے نزاع اور مکابرہ (یعنی بغیر کسی معقول دلیل کے ہٹ دھرمی کا طرزِ عمل) واقع ہوا ہے، اور میں نے گزشتہ سال ایک کتاب تالیف کی ہے، جس کا نام ''**الرَّد على من أخلد إلى الارض وجهل أن الاجتهاد فی كل عصر فرض** ''ہے، یہ کتاب بہت عمدہ اور مفید ہے، جس میں اجتہاد کے متعلق خوبصورت باتیں ہیں، اور میں اس کتاب سے مذکورہ بالا تین مسائل کی تلخیص کرتا ہوں، پس ہم کہتے ہیں کہ:

جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے کہ'' کیا اجتہاد، موجودہ دور میں پایا جاتا ہے، یا نہیں؟'' تو اس کا جواب دو طرح سے ہے، ایک تو اس طرح سے کہ تمام مذاہب کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ''اجتہاد'' ہر زمانے میں فروضِ کفایہ میں سے ایک فریضہ ہے، اور ہر زمانہ والوں پر واجب ہے کہ ان میں سے بعض لوگ اس فریضے کو قائم کریں، اور جب اجتہاد کے عمل میں کسی زمانے والے اس طرح سے کوتاہی کا ارتکاب کریں کہ زمانہ مجتہد سے خالی ہو جائے، تو وہ تمام کے تمام گناہ گار اور عاصی شمار ہوتے ہیں، جس کے متعلق بہت سے اہلِ علم حضرات کی تصریحات پائی جاتی ہیں، جن کی عبارات کو ہم نے اپنی

کتاب ''الرَّد علی من اخلد الی الارض ''میں نقل کردیا ہے، جو شخص اِن سے آگاہ ہونا چاہے، تو اسے چاہیے کہ وہ مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کرلے۔

اور دوسرا جواب اس طرح سے ہے کہ جمہور علماء نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ زمانے کا مجتہد سے خالی ہونا، عقلاً محال ہے، یہاں تک کہ قیامتِ کبریٰ کی علامات ظاہر ہوجائیں، اور جب زمانہ مجتہد سے خالی ہوجائے گا، تو شریعت معطل ہوکر رہ جائے گی، اور تکلیف زائل ہوجائے گی، اور حجت ساقط ہوجائے گی، اور معاملہ زمانۂ فترۃ کی طرح ہوجائے گا۔

جہاں تک دوسرے مسئلے کا تعلق ہے کہ ''مجتہدِ مطلق'' ہی ''مجتہدِ مستقل'' ہوتا ہے، یا ان کے درمیان فرق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ دونوں مترادف اور ایک دوسرے کے ہم معنیٰ نہیں ہیں، بلکہ ان کے مابین فرق ہے، چنانچہ ابنِ صلاح اور امام نووی وغیرہ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ ''مجتہدِ مستقل'' طویل زمانے سے مفقود ہیں، جس کے بعد ''مجتهدينِ منتسب الى المذاهب ''ہی باقی رہ گئے ہیں، اور انہوں نے یہ بات واضح فرمائی ہے کہ مجتہدین کی چند قسمیں ہیں، ایک قسم ''مجتهدِ مطلق مستقل '' کی ہے، اور دوسری قسم ''مجتهدِ مطلق، منتسب الى إمام من الأئمة الأربعة'' کی ہے، اور تیسری قسم ''مجتہدِ مقید'' کی ہے۔

پہلی قسم تو چوتھی صدی میں مفقود ہوگئی، اور اس کے بعد آخری دو قسمیں، یعنی ''مطلق منتسب'' اور ''مقید'' کی باقی رہ گئیں۔

اس سلسلے میں تفصیلی عبارات ہم نے اپنی کتاب ''الرد على من اخلد الى الارض ''میں نقل کردی ہیں، وہاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جہاں تک تیسرے مسئلے کا تعلق ہے کہ ''کیا مجتہد کے لیے جائز ہے کہ وہ مثلاً شافعیہ، وغیرہ پر وقف شدہ مدارس کے وظائف کی ولایت (واستحقاق) حاصل کرے؟''

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''مجتہدِ مطلق منتسب'' اور ''مجتہدِ مقید'' دونوں شرعاً اس کی

ولایت کے مستحق ہیں، جس میں مسلمانوں کے مابین کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ یہ دونوں قسم کے مجتہد اپنے امام کی طرف منتسب ہیں، اور وہ اجتہاد کرنے کی وجہ سے اپنے امام کی طرف منتسب ہونے سے خارج نہیں ہوتے، اسی وجہ سے ان کی تصانیف اور فتاویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہے، اور وہ اپنے امام کے مذہب کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں، اور اس طرح کے حضرات برابر قدیم اور جدید زمانوں میں اپنے امام کے فقہ کی تدریس کرتے رہے۔

امام نووی اور رافعی نے فرمایا کہ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذہب کی طرف منسوب لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم عوام کی ہے، جو اجتہاد کے کسی درجے پر فائز نہیں۔

اور دوسری قسم اجتہاد کے مرتبہ پر پہنچنے والوں کی ہے، اور ہم یہ بات ذکر کرچکے کہ ''مجتہد'' کسی دوسرے ''مجتہد'' کی تقلید نہیں کیا کرتا، اور ان حضرات کو اماموں کی طرف اس لیے منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اجتہاد اور دلائل کے استعمال اور دلائل کی ایک دوسرے پر ترتیب میں اپنے امام کے طریقے پر چلتے ہیں، اور ان کا اجتہاد امام کے اجتہاد کے موافق ہوجاتا ہے، اور جب کبھی ان کا اجتہاد، اپنے امام کے خلاف ہوتا ہے، تو وہ اس مخالفت کی پروا نہیں کرتے (اور اپنے اجتہاد کے مطابق رائے قائم کرتے ہیں، خواہ وہ ان کے امام کے خلاف ہو)

اور تیسری قسم درمیانی درجے کے لوگوں کی ہے، جو شریعت کی بنیاد میں اجتہاد کے رتبے پر نہیں پہنچے، لیکن وہ ابواب میں امام کے اصول پر واقف ہیں، اور قیاس پر قادر ہیں، جب وہ امام سے کوئی نص نہیں پاتے، تو اس پر نص بیان کردیتے ہیں۔

نقشوانی کہتے ہیں کہ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے، جو یہ کہتا ہے کہ ہمارے زمانے کے لوگوں کا اس بات پر اجماع ہوچکا ہے کہ اس زمانے میں کوئی مجتہد نہیں پایا جاتا، تو اس کو جواب میں کہا جائے گا کہ اے عجیبُ الحال شخص! تیرے کلام کا تو آپس میں ہی ٹکراؤ

ہے، وہ اس طرح کہ جب اس زمانے میں کوئی مجتہد نہیں ہوگا، تو پھر اجماع کیونکر منعقد ہوگا، کیونکہ اجماع تو مجتہدین کے اتفاق سے منعقد ہوتا ہے، پس جب مجتہدین مفقود ہوجائیں گے، تو اجماع بھی مفقود ہوجائے گا، کیونکہ دراصل مجتہد ہی کا اجماع، اور اختلاف میں اعتبار ہوتا ہے، غیر مجتہد کا اعتبار نہیں ہوتا''۔انتہٰی۔

(ملاحظه هو:إرشاد المهتدين إلى نصرة المجتهدين، للسيوطي،الناشر:سلسلة تراث مكتبة الأزهر الشريف)

(جاری ہے......)

www.idaraghufran.org

کیا آپ جانتے ہیں؟ مفتی محمد رضوان

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

وعظ و تبلیغ میں غلو سے بچنے کا حکم

شریعتِ اسلامی کے تمام احکام واعمال میں اعتدال پایا جاتا ہے، کیونکہ ہر امت میں گمراہی، دراصل اعتدال سے ہٹنے اور افراط، یا تفریط کے راستہ سے آئی ہے۔

شریعت کی اعتدال پر مبنی تعلیمات میں سے ایک ہدایت یہ ہے کہ وعظ وتبلیغ میں اعتدال رکھا جائے، اوراس میں غلو سے کام نہ لیا جائے، اور غلو میں یہ بھی داخل ہے کہ ہمہ وقت اور ہر وقت وعظ وتبلیغ میں ہی مشغول رہا جائے، اوراس میں ناغہ، وقفہ نہ کیا جائے، کیونکہ اس طرزِ عمل کی وجہ سے لوگوں میں اُکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے، اور شوق، ماند پڑ جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمایئے۔

حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدِّثِ النَّاسَ كُلَّ جُمُعَةٍ مَرَّةً، فَإِنْ أَبَيْتَ فَمَرَّتَيْنِ، فَإِنْ أَكْثَرْتَ فَثَلاَثَ مِرَارٍ، وَلاَ تُمِلَّ النَّاسَ هَذَا القُرْآنَ، وَلاَ أُلْفِيَنَّكَ تَأْتِي القَوْمَ وَهُمْ فِي حَدِيثٍ مِنْ حَدِيثِهِمْ، فَتَقُصُّ عَلَيْهِمْ، فَتَقْطَعُ عَلَيْهِمْ حَدِيثَهُمْ فَتُمِلُّهُمْ، وَلَكِنْ أَنْصِتْ، فَإِذَا أَمَرُوكَ فَحَدِّثْهُمْ وَهُمْ يَشْتَهُونَهُ، فَانْظُرِ السَّجْعَ مِنَ الدُّعَاءِ فَاجْتَنِبْهُ، فَإِنِّي عَهِدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابَهُ لاَ يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ يَعْنِي لاَ يَفْعَلُونَ إِلَّا ذَلِكَ الِاجْتِنَابَ (بخاری، رقم الحدیث ۶۳۳۷)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ وعظ کہا کرو، اگراس سے زیادہ چاہو، تو ہفتہ میں دو مرتبہ، اوراس سے زیادہ چاہو، تو ہفتہ میں تین مرتبہ وعظ کہہ دیا کرو، لیکن لوگوں کو اس قرآن سے نہ تھکاؤ، اور میں تمہیں ایسا

کرتا ہوا نہ پاؤں کہ تم کسی جماعت کے پاس آؤ، جو اپنی گفتگو میں مشغول ہو، اور تم ان کی بات کاٹ کر انہیں وعظ کہنے لگو، جس سے وہ پریشان ہو جائیں، بلکہ تم خاموش رہو، اور جب وہ تم سے وعظ کا کہیں، تو ہی اُن کو وعظ کہو، اس حال میں کہ وہ وعظ کی چاہت وطلب رکھتے ہوں، اور تم دعاء میں قافیہ بندی پر نظر رکھو، اس سے بچو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ ایسا نہیں کرتے تھے، یعنی وہ دعاء میں قافیہ بندی سے اجتناب کے طرزِ عمل کو اختیار کیا کرتے تھے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کو دین کی بات سننے کا شوق نہ ہو، ان کے سامنے دین کی بات سنانے کے لیے زور زبردستی کرنا مناسب نہیں، بلکہ ایسی صورت میں شوق وطلب پیدا ہونے کا انتظار اور اس کی مناسب تدبیر کرنی چاہیے، تاکہ دین کی تذلیل و بے توقیری سے بچا جا سکے۔ [1]

[1] (وعن عكرمة) : هو مولى عبد الله بن عباس، وهو أحد فقهاء مكة وتابعيها (أن ابن عباس) : وهو عبد الله إذا أطلق (قال) : أى لعكرمة (حدث الناس) : أى: بالآية والحديث والوعظ (كل جمعة) : بضم الميم ويسكن أى: فى كل أسبوع (مرة) : أى: فى يوم من أيامها (فإن أبيت) : أى: التحديث مرة، وأردت الزيادة حرصا على إفادة العلم ونفع الناس (فمرتين) : أى: فحدث مرتين (فإن أكثرت) : أى: أردت الإكثار (فثلاث مرات، ولا تمل: بفتح اللام ويجوز كسرها وهو بضم الفوقانية من الرباعى (الناس هذا القرآن) . يقال: مللته ومللت منه بالكسر سئمته قال الطيبى: إشارة إلى تعظيمه، فرتب وصف التعظيم على الحكم للإشعار بالعلية أى: لا تحقر هذا العظيم الشأن الذى جبلت القلوب على محبته وعدم الشبع منه، أى: وإذا كان الإكثار يوجب الملل عما هذه أوصافه فما بالک بغيره من العلوم التى جبلت النفوس على النفرة من مشاقها ومتاعبها (فلا ألفينک) : بضم الهمزة وكسر الفاء أى: لا أجدنک .قال الطيبى: هو من باب لا أرينک أى: لا تكن بحيث ألفينک على هذه الحالة وهى أنک (تأتى القوم) : حال من المفعول (وهم فى حديث من حديثهم) .قال الطيبى: حال من المرفوع فى تأتى، والظاهر أنه حال من (القوم) أى: والحال أنهم مشغولون عنک (فتقص عليهم) : أى قصصا من وعظ أو علم (فتقطع عليهم حديثهم) : أى: كلامهم الذين هم فيه .قال الطيبى: معطوفان على تأتى، وهو الظاهر لكنهما فى أكثر النسخ الحاضرة منصوبان، فيكون نصبهما على جواب النهى ويتكلف للسببية (فتملهم) : منصوب بلا خلاف جوابا للنهى (ولكن أنصت) : أمر من الإنصات وهو السكوت (وإذا أمروک) : أى: طلبوا منک التحديث (فحدثهم وهم يشتهونه) : حال مقيدة (وانظر السجع من الدعاء فاجتنبه) .قال الطيبى: فإن قلت: كيف نهى عن السجع وأكثر الأدعية مسجعة؟ أجيب: بأن المراد المعهود وهو السجع المذموم الذى كان الكهان والمتشدقون يتعاطونه ويتكلفونه فى محاوراتهم، لا الذى يقع فى فصيح الكلام بلا كلفة، فإن الفواصل التنزيلية واردة على هذا، ويؤيده إنكاره عليه الصلاة والسلام بقوله: " أسجع كسجع الكهان! "على من قال: أؤدى لمن لا شرب ولا أكل ولا نطق ولا استهل، ومثل ذلک يطل، المعنى: تأمل السجع الذى ينافى إظهار الاستكانة والتضرع فى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

صحیح بخاری میں حضرت شقیق ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ النَّاسَ فِيْ كُلِّ خَمِيْسٍ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ : يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لَوَدِدْتُ أَنَّكَ ذَكَّرْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ؟ قَالَ : أَمَا إِنَّهُ يَمْنَعُنِيْ مِنْ ذٰلِكَ أَنِّيْ أَكْرَهُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، وَإِنِّيْ أَتَخَوَّلُكُمْ بِالْمَوْعِظَةِ، كَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِهَا، مَخَافَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا (بخاری،رقم الحديث ٧٠،كتاب العلم، باب من جعل لأهل العلم أياما معلومة)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو لوگوں کو وعظ ونصیحت (بیان) کیا کرتے تھے،تو اُن سے ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں ہر دن وعظ ونصیحت کیا کریں،اس کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، مجھے اس (یعنی روزانہ وعظ ونصیحت کرنے) سے یہ چیز روکتی ہے کہ میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ تمہیں اُکتاہٹ میں ڈالوں، اور میں تمہیں کبھی کبھی وعظ ونصیحت کرتا ہوں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیں کبھی کبھی وعظ ونصیحت فرمایا کرتے تھے، ہماری طرف سے اُکتاہٹ کے خوف کی وجہ سے (بخاری)

اور صحیح بخاری میں ہی حضرت شقیق ابو وائل سے ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

كُنَّا نَنْتَظِرُ عَبْدَ اللَّهِ، إِذْ جَاءَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ، فَقُلْنَا :أَلاَ تَجْلِسُ؟ قَالَ :لاَ، وَلَكِنْ أَدْخُلُ فَأُخْرِجُ إِلَيْكُمْ صَاحِبَكُمْ وَإِلَّا جِئْتُ أَنَا فَجَلَسْتُ، فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِهِ، فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ :أَمَا إِنِّي أُخْبَرُ بِمَكَانِكُمْ، وَلَكِنَّهُ يَمْنَعُنِي مِنَ الخُرُوجِ إِلَيْكُمْ :أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الأَيَّامِ، كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا (بخاری، رقم الحديث ٦٤١١)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الدعاء فاجتنبه، فإنه أقرب إلى الاستجابة (فإني عهدت رسول الله – صلى الله عليه وسلم –) : أي: عرفته (وأصحابه لا يفعلون ذلك) .أي: تكلف السجع (رواه البخاري) .قال الأبهري في البخاري: لا يفعلون إلا ذلك، بزيادة إلا، قال الشيخ: لا يفعلون إلا ذلك، أي: ترك السجع، ووقع عند الإسماعيلي، عن القاسم بن زكريا، عن يحيى بن محمد، شيخ البخاري، بسنده فيه: لا يفعلون ذلك بإسقاط إلا وهو واضح، كذا أخرجه البزار والطبراني عن البراء .(مرقاة المفاتيح ج ١ ص ٣٢٥، كتاب العلم)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: ہم لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے، اسی دوران یزید بن معاویہ آئے، ہم نے اُن سے کہا کہ کیا تم (ہمارے پاس) نہیں بیٹھو گے، یزید بن معاویہ نے کہا کہ نہیں، بلکہ میں اندر جاتا ہوں، اور تمہارے پاس تمہارے ساتھی (ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ) کو لے کر آتا ہوں، اور اگر وہ میرے ساتھ نہ آئے، تو پھر میں خود واپس آ کر (تمہارے ساتھ) بیٹھ جاؤں گا، پھر (یزید بن معاویہ کے اندر جانے کے بعد) حضرت عبداللہ بن مسعود اس حال میں نکلے کہ انہوں نے یزید بن معاویہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، پھر وہ ہمارے پاس کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کے یہاں موجود ہونے سے باخبر تھا، لیکن مجھے باہر نکلنے سے اس چیز نے روکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اکتا جانے کے خوف کی وجہ سے ہمیں کبھی کبھار وعظ ونصیحت کیا کرتے تھے (بخاری)

یہ حدیث صحیح مسلم میں بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ وعظ ونصیحت اور بیان وتبلیغ میں تکلف اور غلو سے کام لینا مناسب نہیں، بلکہ اس میں اعتدال ہونا چاہئے، مقدار کے اعتبار سے بھی، اور اوقات کے اعتبار سے بھی، جس کی ایک صورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے طرزِ عمل سے واضح فرمادی، اور کسی کی روزمرہ وعظ ونصیحت کی خواہش کی تحسین نہیں فرمائی، کیونکہ اس طرح کی خواہش ابتداء میں تو ہوتی ہے، بعد میں پھر باقی نہیں رہتی، بلکہ دین کی بات سُننے ہی سے اُکتاہٹ ہونے لگتی ہے، جو نقصان دہ ہے۔ [2]

---

[1] عَنْ شَقِيقٍ أَبِی وَائِلٍ، قَالَ :كَانَ عَبْدُ اللهِ يُذَكِّرُنَا كُلَّ يَوْمِ خَمِيسٍ، فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ :يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّا نُحِبُّ حَدِيثَکَ وَنَشْتَهِيهِ، وَلَوَدِدْنَا أَنَّکَ حَدَّثْتَنَا كُلَّ يَوْمٍ، فَقَالَ :مَا يَمْنَعُنِی أَنْ أُحَدِّثَكُمْ إِلَّا كَرَاهِيَةُ أَنْ أُمِلَّكُمْ، إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِی الْأَيَّامِ، كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا(مسلم، رقم الحديث ۲۸۲۱"۸۳")

[2] (وعن شقيق) هو ابن أبی سلمة، يكنی أبا وائل الأسدی، أدرک زمن النبی – صلى الله عليه وسلم – ولم يره ولم يسمع منه، وهو ثقة حجة، روی عن خلق من الصحابة، منهم: عمر بن الخطاب، وابن مسعود، وكان خصيصا به من أكابر الصحابة، وهو كثير الحديث مات زمن الحجاج قاله المصنف) .قال: كان عبد الله بن مسعود يذكر) : بالتشديد أی: يعظ (الناس) : ويخوفهم أی: يذكر كلام الله وحديث رسول الله – صلى الله عليه وسلم – لهم (فی كل خميس) .ولعل وجه التخصيص ليصل بركته إلى يوم الجمعة (فقال له

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عاصم احول سے روایت کیا ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ :حَدِّثْ الْقَوْمَ إِذَا أَقْبَلَتْ عَلَيْكَ قُلُوبُهُمْ، فَإِذَا انْصَرَفَتْ عَنْكَ، فَلَا تُحَدِّثْهُمْ، فَقَالَ لَهُ :وَمَا عَلَامَةُ ذٰلِكَ؟، قَالَ :إِذَا أَحْدَقُوا إِلَيْكَ أَبْصَارَهُمْ فَقَدْ أَقْبَلَتْ عَلَيْكَ قُلُوبُهُمْ، فَإِذَا اتَّكَأَ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ فَقَدِ انْصَرَفَتْ عَنْكَ قُلُوبُهُمْ، فَلَا تُحَدِّثْهُمْ (المدخل إلى السنن الكبرى ،للبيهقى ، رقم الروايات ٦٠٣، ٦٠٤)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کو اسی وقت تک وعظ کرو، جب تک کہ ان کے دل تمہاری طرف متوجہ ہوں، اور جب ان کے دل تمہاری طرف متوجہ نہ ہوں، تو ان سے وعظ نہ کہو، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کہ اس کی کیا علامت اور پہچان ہے؟ تو حضرت ابنِ مسعود نے فرمایا کہ جب لوگ نظریں جما کر (یا تیز نظروں سے) تمہیں دیکھیں، تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے دل تمہاری طرف متوجہ ہیں، اور جب وہ ایک دوسرے پر ٹیک لگائیں، تو اس کا مطلب ہے کہ ان کے دل تمہاری طرف متوجہ نہیں، تو ایسی حالت میں ان کو وعظ نہ کرو (المدخل)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رجل) : يحتمل الراوى وغيره (يا أبا عبد الرحمن لوددت) أى: أحببت أو تمنيت (أنك ذكرتنا فى كل يوم) : لغلبة الغفلة علينا ليعود بتذكيرك الحضور إلينا (قال: أما) : بمعنى ألا للتنبيه (إنه) : بكسر الهمزة والضمير للشأن (يمنعنى من ذلك) أى: من التذكير كل يوم (أنى أكره) : بفتح الهمزة فاعل يمنعنى، أى: كراهتى (أن أملكم) : مفعول أكره أى: إملالكم يعنى إيقاعكم فى الملالة (وإنى) : بكسر الهمزة عطف على "إنه "أو حال (أتخولكم) : من التخول، وهو التعفف وحسن الرعاية (بالموعظة كما كان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يتخولنا) : من التخول، وفى بعض الروايات بالحاء المهملة وهو تفقد الحال .روى يتخوننا بالخاء المعجمة والنون بمعنى يتخولنا .قيل: الرواية باللام أكثر، وزعم بعضهم أن الصواب يتحولنا بالحاء المهملة، لكن الرواية فى الصحاح بالخاء المعجمة، وكان أبو عمرو يقول: إنما هو يتخوننا والتخون: التعهد، وقد رد على الأعمش روايته باللام، وكان الأصمعى يقول: ظلمه أبو عمرو، ويقال: يتخولنا ويتخوننا جميعا .كذا ذكره الطيبى، ويدل عليه اختلاف الرواة فى حديث واحد، يعنى يتفقدنا (بها) أى: بالموعظة فى مظان القبول، ولا يكثر علينا ولا يعظنا متواليا (مخافة السآمة علينا) .وفى المصابيح: كراهة السآمة أى الملالة إذ لا تأثير للموعظة عند الملالة .قال ابن الملك أى يعظنا يوما دون يوم ووقتا دون وقت، ويروى بالحاء المهملة أيضا أى: يتأمل أحوالنا التى ننشط فيها للموعظة فيعظنا فيها، وكذلك يفعل المشايخ والوعاظ فى تربية المريدين (متفق عليه) (مرقاة المفاتيح ج ١ ص ٢٩٠، كتاب العلم)

اورامام بیہقی نے ہی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ ابی ملیکہ سے روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ، دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ :مَنْ هَذَا؟، فَقَالُوا :عُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ، فَقَالَتْ :عُمَيْرُ بْنُ قَتَادَةَ؟ قَالُوا :نَعَمْ، قَالَتْ :أَحَدَثَ أَنَّكَ تَجْلِسُ وَيُجْلَسُ إِلَيْكَ؟، قَالَ :نَعَمْ يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، قَالَتْ :فَإِيَّاكَ وَإِمْلَالَ النَّاسِ وَتَقْنِيطَهُمْ (المدخل إلى السنن الكبرى ،للبيهقى ، رقم الرواية ٢٠٢)

ترجمہ: عبید بن عمیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے جواب میں کہا کہ یہ عبید بن عمیر ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا عمیر بن قتادہ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (عبید سے) فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تمہاری مجلس ہوتی ہے، اور تمہاری مجلس میں لوگ بیٹھتے ہیں؟ عبید بن عمیر نے جواب میں کہا کہ جی ہاں اے امُّ المومنین! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگوں کو اُکتاہٹ میں ڈالنے اور ان کو مایوس کرنے سے بچنا (المدخل)

اور حضرت عطاء سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَعُبَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، فَقَالَتْ " :لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ "وَقَالَتْ لِعُبَيْدٍ " :اقْصُصْ يَوْمًا وَدَعْ يَوْمًا؛ لَا تُمِلَّ النَّاسَ (أخبار مكة ،للفاكهى ، رقم الرواية ١٦٢٢)

ترجمہ: میں اور عبید بن عمیر،حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے ،تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''فتح'' کے بعد ہجرت نہیں، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبید سے فرمایا کہ ایک دن وعظ کہیں، اور ایک دن نہ کہیں، اور لوگوں کو اکتاہٹ میں نہ ڈالیں (اخبارِ مکہ)

مذکورہ روایات وآثار سے معلوم ہوا کہ وعظ وتبلیغ میں غلو وتکلف سے بچنا چاہیے، اور لوگوں کے شوق

وذوق کی رعایت رکھنی چاہیے،اورلوگوں کواُکتاہٹ میں مبتلا کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ ؎

؎ يـراعـى فـى الـوعـظ أن يـكـون مقتصدا متوسطا بين البسط المؤدى إلى الإملال والسآمة وبين الإيجاز الـمـؤدى إلى الإخلال أو عسر الفهم للمقال، لأن خير الأمور أوسطها، وأحسن المواعظ ما كان جزلا جامعا بـليغا نافعا، ولأن خير الكلام ما قل ودل، لما روى عمار بن ياسر رضى الله عنهما قال " :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :إن طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنة من فقهه، فأطيلوا الصلاة واقصروا الخطبة . قال العلماء :وإنـمـا كـان كذلک، لأن الفقيه يعلم أن الصلاة مقصودة بالذات والخطبة توطئة لها، فيصرف الـعـنـاية إلـى مـا هو الأهم، ولأن الصلاة عبودية العبد، والإطالة فيها مبالغة فى العبودية، والخطبة المراد منها التـذكيـر، وما قل وقر خير مما كثر وفر .وذهب العلماء إلى استحباب تعهد الناس بالوعظ ومراعاة الأوقات فـى وعـظهـم، ويتـحـرى مـن الأوقـات ما كان مظنة القبول، ولا يعظ الناس كل يوم حتى لا يسأموا من سماع الموعظة .والـضـابـط فى ذلک الحاجة مع مراعاة وجود النشاط من الناس، لأن المواعظ إذا كثرت لم تؤثر فى القلوب فتسقط بالإكثار فائدة المواعظ .وذهـب العلماء أيضا إلى استحباب أن يجعل الواعظ لوعظه وقتا محددا كيوم الخميس. والأصـل فى ذلک كله ما ورد عن ابن مسعود رضى الله عنه قال :كان النبى صلى الـلـه عـليه وسلم يتخولنا بالموعظة فى الأيام كراهة السآمة علينا . وكـذلک ما ورد عن عبد الله بن مسعود أيضا "أنه كان يذكر الناس فى كل خميس، فقال له رجل :يا أبا عبد الرحمن لوددت أنک ذكرتنا كل يوم، قال :أمـا إنـه يـمـنـعنى من ذلک أنى أكره أن أملكم، وإنى أتخولكم بالموعظة كما كان النبى صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السآمة علينا "(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۴،ص۸۲،مادة "وعظ")

عبرت کدہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام: قسط76 مولانا طارق محمود

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَ بْصَارِ﴾

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

بنی اسرائیل کا ایک قسم کی خوراک سے تنگ آنا

بنی اسرائیل پر اللہ کے انعامات کا سلسلہ برابر جاری تھا، لیکن جس قدر اللہ کی نعمتیں ان پر برس رہی تھیں، اسی قدر ان کے تمرد اور سرکشی میں بھی اضافہ ہوتا جارہا ہے، اس ویران اور بے آب وگیاہ میدان میں ان کے پینے کے لیے، اللہ تعالیٰ کے حکم سے پتھر سے پانی پھوٹ پڑا، اور ان کے کھانے کے لیے ''من وسلویٰ'' کی نعمتیں ملیں، تو چاہیے تو یہ تھا کہ یہ اللہ کے شکر گزار بندے بنتے، اور اللہ کی فرمانبرداری میں مزید آگے بڑھتے، لیکن اس ناہنجار قوم کی سرشت میں ہی چونکہ کفرانِ نعمت اور دنائت وپستی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اس لیے بجائے یہ کہ وہ اللہ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے، انہوں نے ''میدانِ تیہ'' میں دونوں وقت ایک ہی قسم کے کھانے ''من وسلویٰ'' سے اُکتانا شروع کر دیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نت نئے مطالبات کرنے شروع کر دیئے۔

بنی اسرائیل نے طبعی اکتاہٹ کو دیکھا، اور اس بات کو نہ دیکھا کہ ہم ایسی بدترین غلامی سے نکل کر آئے ہیں، جہاں ہمارے بچے ذبح کر دیئے جاتے تھے، اور ہم اُف بھی نہ کر سکتے تھے، ایسے بڑے دشمن کا ہلاک اور برباد ہونا، اور اس سے نجات پانا، یہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے سامنے کھانے کی طبعی اکتاہٹ پر صبر کر لینا معمولی بات ہے، لیکن انہوں نے صبر کرنے سے انکار کر دیا۔

چنانچہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے رب سے دعاء کیجیے کہ ہمارے لیے زمین سے نکلنے والی چیزیں پیدا فرمائے، مثلاً ''ساگ، ککڑی، گیہو، مسور، پیاز'' وغیرہ، مطلب یہ تھا کہ ہمیں متنوع قسم کی چیزیں، جو زمین اُگاتی ہے، وہ چاہییں، کیونکہ ہم ایک چیز مسلسل کھا کر

اُکتا گئے ہیں۔ ۱؎

حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ جو چیزیں تم لوگوں کو یہاں پر بغیر کسی مشقت کے مل رہی ہیں، وہ اس سے بدر جہا بہتر ہے، جو تم مانگ رہے ہو، اور کیونکہ وہ چیزیں جو تم مانگ رہے، وہ تمہیں مشقت کے بعد ہی حاصل ہوسکتی ہیں۔ ۲؎

لیکن جب ان لوگوں نے اپنے مطالبہ پر اصرار کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے بالآخران کا مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ اگر تم یہی چاہتے ہوتو فلاں شہر میں چلے جاؤ، وہاں تمہیں یہ چیزیں میسر آجائیں گی۔

قرآن مجید کی سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ (سورة البقرة، رقم الآية ٦١)

یعنی ’’اور (اے بنی اسرائیل!) جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگزنہیں صبر کریں گے ایک ہی کھانے پر، پس آپ دعاء کریں ہمارے لیے اپنے رب سے (کہ) وہ نکالے ہمارے لیے وہ کچھ جو زمین اُگاتی ہے، اس کا ساگ اور اس کی ککڑی اور اس کی گندم اور اس کی مسور اور اس کا پیاز (وغیرہ) موسیٰ نے کہا کہ کیا تم بدلنا چاہتے ہو (اسے) جو وہ

۱؎ يقول تعالى: واذكروا نعمتى عليكم فى إنزالى عليكم المن والسلوى طعاما طيبا نافعا هنيئا سهلا واذكروا دبركم وضجركم مما رزقناكم وسؤالكم موسى استبدال ذلك بالأطعمة الدنيئة من البقول ونحوها مما سألتم .قال الحسن البصرى: فبطروا ذلك ولم يصبروا عليه، وذكروا عيشهم الذى كانوا فيه، وكانوا قوما أهل أعداس وبصل وبقول وفوم فقالوا: يا موسى لن نصبر على طعام واحد فادع لنا ربك يخرج لنا مما تنبت الأرض من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها وإنما قالوا على طعام واحد وهم يأكلون المن والسلوى لأنه لا يتبدل ولا يتغير كل يوم، فهو مأكل واحد (تفسير ابنِ كثير ، ج ا ص ١٧٩ ، سورة البقرة)

۲؎ وقوله تعالى: قال أتستبدلون الذى هو أدنى بالذى هو خير فيه تقريع لهم وتوبيخ على ما سألوا من هذه الأطعمة الدنيئة مع ما هم فيه من العيش الرغيد والطعام الهنيء الطيب النافع(تفسير ابنِ كثير ، ج ا ص ١٨٠ ، سورة البقرة)

www.idaraghufran.org

ادنیٰ ہے،اس کے بدلے جو وہ بہت رہے،(اچھاتو) کسی شہر میں اتر جاؤ، پس بے شک (اس میں) تمہارے لیے(وہ کچھ ہے) جوتم نے مانگاہے''۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے من اور سلویٰ پر صبر نہ کرنے کی شکایت اور مختلف ترکاریوں اور غلّوں کا مطالبہ کرتے وقت سب سے پہلی بے ادبی تو یہ کی کہ موسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر پُکارا کہ:

''یٰمُوْسٰی'' یعنی اے موسیٰ!

حالانکہ ادب کا تقاضا یہ تھا کہ اے اللہ کے رسول یا اللہ کے نبی یا اے کلیم اللہ وغیرہ کہہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرتے۔

اور دوسری بے ادبی یہ کی کہ یہ کہا:

''لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ'' کہ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے ایک ہی طرح کے کھانے پر۔

بنی اسرائیل کا یہ کلام اور انداز بھی اُن کی اندرونی خباثت اور باطنی شرارت کی خبر دے رہا ہے کہ وہ لوگ صبر وتحمُّل تو کر سکتے تھے،مگر اُنہوں نے کہا کہ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے۔

ورنہ اگر فی الحقیقت اور بالفرض صبر کی طاقت ہی نہ تھی تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ:

لن نستطیع الصبر. یعنی ہم میں صبر کی طاقت نہیں ہے۔

اور مناسب تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو قبول کرتے،اور اللہ ربُّ العزت سے اپنے لیے صبر وتحمُّل کی درخواست کرتے،مثلاً یہ کہتے:

''ربنا افرغ علینا صبرا'' کہ اے ہمارے رب ہم کو صبر وتحمُّل عطا فرما۔

مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

تیسری بے ادبی یہ کی کہ انہوں نے کہا:

''فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ'' کہ دعا مانگو ہمارے لئے اپنے ربّ سے۔

حالانکہ جس کا ظاہر بتلا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ربّ تو مانا،مگر اپنی

طرف اللہ تعالیٰ کے ربّ ہونے کی نسبت گوارا نہیں کی۔

ورنہ مثلاً یوں کہنا چاہیے تھا کہ:

"فَادْعُ لَنَا رَبَّنَا" کہ دعا مانگو ہمارے لئے ہمارے ربّ سے۔

گویا اپنا کوئی تعلق ہی اپنے رب سے نہیں ہے،اور گویا موسیٰ علیہ السلام نے ان کو مصر سے لا کر ایک طرح کے کھانے کی مصیبت میں ڈالا ہے،لہٰذا وہ دعاء کریں،اور وہی مصیبت حل کریں،موسیٰ علیہ السلام کا شکریہ تو کجا کہ ان کی محنتوں کوششوں اور قربانیوں سے بدترین غلامی سے نجات پائی،شکریہ کی بجائے ان کو مطعون کررہے ہیں کہ تم نے ہم کو مصیبت میں ڈالا۔

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے اس مطالبے کے جواب میں یہ فرمایا کہ کیا تم ادنیٰ اور خسیس چیز کو بہتر اور عمدہ چیز کے بدلے میں لینا چاہتے ہو؟

مطلب یہ تھا کہ پیاز وغیرہ کی منّ وسلویٰ کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟اور پیاز تو ایسی چیز ہے کہ جس کی بدبو سے اللہ کے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

پھر من اور سلویٰ براہِ راست اللہ تعالیٰ کا آسمان سے اُتارا ہوا رزق ہے، دنیا میں کمانے کی محنت ومشقت نہیں،اور آخرت میں اس پر کوئی حساب نہیں۔

خیر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تم اپنی ہمت کی پستی اور طبیعت کی خستی کی وجہ سے اس عمدہ رزق کے بدلے میں ادنیٰ اور معمولی چیز ہی لینا چاہتے ہو،تو شہر میں جا کر اُترو، وہاں تمہیں وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

لیکن میری یہ ہمت اور شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ایسی چیزوں کی درخواست کروں جو کم ہمتی اور پستی پر دلالت کرتی ہیں۔

البتہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو فرمایا:

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ کہ اُترو کسی شہر میں تو تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم مانگتے ہو۔

شہر میں جانے کو اُترنے سے تعبیر فرمایا،جس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس عمل کے ذریعے سے تم

اعلیٰ رزق سے ادنیٰ رزق اور اعلیٰ حالت سے ادنیٰ اور پست حالت کی طرف اُتر جاؤ گے۔ [1]
موسیٰ علیہ السلام کا صرف یہی مطلب نہ تھا کہ من وسلویٰ جو تمہیں بلا مشقت مل رہا ہے، وہ با مشقت گندم اور ساگ وغیرہ سے بہتر ہے، بلکہ یہ بھی تھا کہ جنگل کی آزادانہ فضا تم سے بزدلی دور کرنے، شجاعت پیدا کرنے اور جہاد کے لیے مستعد ہونے، اور فارغ رہ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لحاظ سے شہر کی مصروف اور آرام پرستانہ زندگی سے بہرحال بہتر ہے، اور تم اپنے لیے ایک بہتر چیز کے بجائے ایک گھٹیا بات کا مطالبہ کر رہے ہو۔

---

[1] وهذه نعم من الله عظيمة، وعطيات جسيمة، فما رعوها حق رعايتها، ولا قاموا بشكرها وحق عبادتها. ثـم ضـجـر كثيـر مـنهـم منها وتبرموا بها، وسألوا أن يستبدلوا منها ببدلها، مما تنبت الأرض من بقلها وقثائها وفومها وعدسها وبصلها.

فقرعهم الكليم ووبخهم وأنبهم على هذه المقالة وعنفهم قائلا: " أتستبدلون الذى هو أدنى بالذى هو خير؟ اهبـطوا مصرا فإن لكم ما سألتم "أى هـذا الذى تطلبونه وتريدونه بدل هذه النعم التى أنتم فيها حاصل لأهل الأمـصار الصغار والكبار موجود بها، وإذا هبطتم إليها، أى ونزلتم عن هذه المرتبة التى لا تصلحون لمنصبها – تـجـدون بهـا ما تشتهون وما ترومون مما ذكرتم من المآكل الدنية والأغذية الردية، ولكنى لست أجيبكم إلى سؤال ذلک هاهنا، ولا أبلغكم ما تعنتم به من المنى.

وكـل هـذه الصفات المذكورة عنهم الصادرة منهم، تدل على أنهم لم ينتهوا عما نهوا عنه، كما قال تعالى: " ولا تطغوافيه فيحل عليكم غضبى، ومن يحلل عليه غضبى فقد هوى "أى فقد هلک وحق له والله الهلاک والدمار، وقد حل عليه غضب الملک الجبار.

ولـكـنـه تـعـالـى مزج هذا الوعيد الشديد، بالرجاء لمن أناب وتاب ولـم يستمر على متابعة الشيطان المريد، فـقـال: " وإنـى لـغـفـار لـمـن تـاب وآمـن وعـمل صـالحـا ثم اهتدى "(قـصـص الانبيـاء لابنِ كثير، ج۲ ص۱۰۹، ۱۱۰، ذكر هلاک فرعون وجنوده)

طب وصحت حکیم مفتی محمد ناصر

برف اور ٹھنڈا پانی

برف سے ہر کوئی وقف ہے، برف قدرتی بھی ہوتی ہے، جو مخصوص موسم میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمتی ہے، اور مصنوعی بھی ہوتی ہے، جو گھروں میں فریزر اور کارخانوں میں تیار ہوتی ہے۔

احادیث میں ذکر

برف کا بعض احادیث میں خطاؤں کی معافی کے ساتھ ذکر آیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز کی) تکبیر (تحریمہ) اور قرأت کے درمیان میں تھوڑی دیر ٹھہرتے تھے، تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، تکبیر اور قرأت کے درمیان ٹھہرنے میں آپ کیا پڑھتے ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پڑھتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ، كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ.

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان میں ایسا فاصلہ کردے جیسا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان میں کردیا ہے، اے اللہ! مجھے گناہوں سے پاک کردے، جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے، اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولہ سے دھوڈالیے (بخاری، رقم الحدیث ۷۴۴، باب مایقول بعد التکبیر)

مذکورہ حدیث میں خطاؤں کو پانی، برف اور اولوں سے دھونے کی تشریح کرتے ہوئے بعض محدثین نے فرمایا کہ مرض کا علاج، اُس مرض کے مزاج کی ضد سے کیا جاتا ہے، تو فقہی اعتبار سے کیونکہ

خطاؤں اور گناہوں کا مزاج آگ ہے،اس لئے حدیث میں پانی، برف اور اولوں سے خطاؤں کی معافی کا ذکر ہے،اور اس سے اشارتاً یہ بھی معلوم ہوگیا کہ علاج کے طریقوں میں، بالضد علاج کرنا فطری طریقہ ہے۔خلاصہ یہ کہ پانی میں جس طرح بدنی امراض سے شفاء ہے،اسی طرح پانی میں خطاؤں کو دھونے کی تاثیر بھی ہے(كذا في الطب النبوي لابن القيم، تحت مادة، ثلج)

برف کا مزاج اور فوائد وخواص

برف کا مزاج تر سرد ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ٹھنڈا پانی ایک نعمت ہے،جس سے روح کو تسکین حاصل ہوتی ہے،اور پینے کے لئے بہترین پانی تازہ پانی ہے، جو صحت کے لئے نہایت فائدہ مند ہے،لیکن اعتدال سے زیادہ یخ ٹھنڈا یا برف والا پانی پینے کی عادت، معدہ کو نہایت کمزور کردیتی ہے،اور اس سے نظامِ ہضم سُست ہوجاتا ہے۔

برف سُن آور ہے،اس وجہ سے اگر جسم کے کسی حصہ پر چوٹ لگ جائے ، یا جسم کا کوئی حصہ دَب میں آجائے ،تو اس مقام پر چوٹ لگنے کے فوراً بعد برف پھیرنے سے جلد آرام آجاتا ہے، کیونکہ اس وقت چوٹ کے مقام پر حرارت کی وجہ سے خون منجمد ہورہا ہوتا ہے، چوٹ کے مقام پر برف ملنے سے خون منجمد ہونے کے بجائے رگوں میں بہہ جاتا ہے،اور تکلیف دُور ہوجاتی ہے، البتہ چوٹ لگنے کے کافی دیر بعد برف پھیرنا فائدہ مند نہیں ہوتا۔

اسی طرح نکسیر آنے کے وقت سر پر برف پھیرنے یا سر پر برف کا پانی ڈالنے سے نکسیر رُک جاتی ہے،جسم میں کہیں سے بھی خون آرہا ہو،اس مقام پر برف ملنے سے خون بہنا بند ہوجاتا ہے۔

گرمی کے بخاروں میں برف چوسنے سے عارضی طور پر بخار میں کمی آتی ہے،اسی وجہ سے پرانے وقتوں سے بخار میں برف کے پانی میں پٹی تر کرکے مریض کے ماتھے پر رکھنے کا رواج ہے،اور اس سے بخار اُتر جاتا ہے،مگر اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ایک وقت میں سر یا پاؤں، دونوں میں سے کسی ایک مقام پر ٹھنڈے پانی یا برف کی پٹی رکھنی چاہیئے ،دونوں جگہ برف کی پٹی رکھنے سے بخار کے اثرات جسم کے اندر رُک جاتے ہیں۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ ادارہ مفتی محمد ناصر

ادارہ کے شب و روز

□...... 21/ 28/ شعبانُ المعظم اور 6/ 13/ رمضانُ المبارک 1443ھ، بروز جمعہ متعلقہ مساجد میں وعظ ومسائل کے سلسلے حسبِ معمول ہوئے۔

□...... 16/ 23/ شعبانُ المعظم اور یکم/ 8/ و15/ رمضانُ المبارک 1443ھ، بروز اتوار مدیر صاحب کی اصلاحی مجالس صبح تقریباً ساڑھے دس بجے ادارہ غفران میں منعقد ہوتی رہیں۔

□...... 29/ شعبان بروز ہفتہ کی شام رمضان کے چاند کا اعلان ہوتے ہی ادارہ میں حسبِ سابق تراویح میں قرآن مجید سنانے کے مختلف حلقے قائم ہوگئے، حضرت مدیر صاحب اور آپ کے صاحبزادے مولانا محمد ریحان صاحب، مسجدِ غفران میں قرآن مجید کا سوا پارہ روزانہ سنا رہے ہیں، جبکہ ادارہ کے مختلف حصوں میں مولانا طارق محمود صاحب اور حافظ اویس صاحب (ڈھائی پارے روزانہ) مولانا غلام بلال صاحب (ڈیڑھ پارہ روزانہ) حافظ محمد لقمان صاحب اور حافظ محمد حذیفہ صاحب (سوا پارہ روزانہ) قاری فرحانُ اللہ صاحب اور قاری معاویہ صاحب (ڈیڑھ پارہ روزانہ) اور حافظ ابوبکر اور حافظ عبدالمعید صاحبان (دو پارے روزانہ) جناب فرقان خان صاحب (برادر مفتی صاحب مدیر) کی رہائش گاہ میں حافظ محمد عفان صاحب دو پارے روزانہ، اور مسجد نسیم میں بندہ محمد ناصر (سوا پارہ روزانہ) اور مسجد بلال (صادق آباد) میں مفتی محمد یونس صاحب کے یہاں اُن کے بیٹے مولانا شعیب صاحب (سوا پارہ روزانہ) تراویح میں قرآن مجید سنا رہے ہیں۔ بحمداللہ تعالیٰ، گزشتہ سال ادارہ غفران کی ایک وسیع شاخ روات کے علاقہ میں جاوا روڈ سے متصل، گلشنِ طیب میں قائم ہوئی تھی، جہاں تقریباً سال بھر سے اعلان واشتہار کے بغیر، توکلاً علی اللہ، تعمیراتی کام تدریجاً جاری ہے، امسال رمضانُ المبارک میں وہاں ادارہ کے شعبہ حفظ کے معلم، قاری عثمان صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سُنایا ہے، اور اسی کے ساتھ مقامی طلبہ طالبات کے لئے غیر رسمی انداز میں ناظرہ قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطاء فرما کر اُمتِ محمدیہ کی فلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

□...... 24/ شعبانُ المعظم (28/ مارچ) بروز پیر سے، تعمیرِ پاکستان سکول میں سال 23-2022 کے تعلیمی سلسلہ کا آغاز ہوا، پرانے طلبہ/ طالبات کے ساتھ نئے طالبہ/ طالبات کے بھی داخلے ہوئے، اللہ تعالیٰ تمام طلبہ/ طالبات کو کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین۔

www.idaraghufran.org

اخبارِ عالم

مولانا غلام بلال

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

21/مارچ/2022ء/17/شعبان المعظم/1443ھ: پاکستان: 11ارب ڈالر جرمانہ معاف، ریکوڈک منصوبہ دوبارہ شروع ہوگا، نجی کمپنی سے معاہدہ **22/مارچ** : پاکستان: OICوزرائے خارجہ اجلاس، وفود کی آمد، پرتپاک استقبال، سو سے زائد قرار دادیں زیرِ بحث آئیں گی ☎ ملکی تاریخ میں پہلی بار اوپن مارکیٹ میں ڈالر182سے متجاوز **23/مارچ** : پاکستان: پنجاب کابینہ، 8ارب کا رمضان پیکج منظور، گندم کی قیمت خرید2200روپے من مقرر **24/مارچ** : پاکستان: OICاسلام آباد اعلامیہ، کشمیر فلسطین حق خودداریت کی حمایت، عالمی مسلح تنازعات کے خاتمے پر زور **25/مارچ** : پاکستان: کے پی، بلدیاتی الیکشن کا دوسرا مرحلہ، 1318 کونسلرز بلا مقابلہ منتخب **26/مارچ** : پاکستان: مہنگائی کی شرح میں 1.10فیصد اضافہ، سالانہ بنیادوں پر 15.67فیصد ہوگئی **27/مارچ** : پاکستان: عدم اعتماد پر اسمبلی اجلاس بغیر کاروائی ملتوی **28/مارچ** : پاکستان: پنجاب حکومت، عوام کو ریلیف دینے کے لیے 8ارب کا رمضان پیکج منظور **29/مارچ** : پاکستان: وزیراعلیٰ پنجاب عثمان بزدار مستعفی، پرویز الٰہی وزیراعلیٰ نامزد ☎ تحریک عدمِ اعتماد پیش، باپ پارٹی نے اپوزیشن کی حمایت کردی، بحث جمعرات تک ملتوی **30/مارچ** : پاکستان: اقوام متحدہ امن مشن کانگو میں پاک فوج کا ہیلی کوپٹر گر کر تباہ، پاک فوج کے 8افسر وجوان شہید **31/مارچ** : پاکستان: ایم کیو ایم حکومت سے علیحدہ، رابطہ کمیٹی نے اپوزیشن سے معاہدے کی توثیق کردی، حکومت سادہ اکثریت کھو بیٹھی، اپوزیشن کو 199ارکان کی حمایت حاصل، وزیراعظم سے استعفے کا مطالبہ **یکم/اپریل** : پاکستان: کورونا سے نمٹنے کے لیے تشکیل دیا گیا این سی او سی ختم کردیا گیا، ذمہ داریاں محکمہ صحت کے سپرد **2/اپریل** : پاکستان: وزیراعلیٰ پنجاب عثمان بزدار کا استعفیٰ منظور، کابینہ تحلیل، نئے وزیر اعلیٰ کا انتخاب آج شروع، حمزہ شہباز اپوزیشن امیدوار نامزد ☎ خیبر پختونخوا بلدیاتی الیکشن کا دوسرا مرحلہ، پی ٹی آئی 32، مخالف جماعتوں کو 27نشستوں پر برتری **3/اپریل** : پاکستان: رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا، آج پہلا روزہ ہے، کراچی، لاہور اور اسلام آباد سے شہادتیں موصول ہوئیں **4/اپریل** : پاکستان: عدمِ اعتماد مسترد، ڈپٹی اسپیکر نے حکومت کا آرٹیکل 5 کے تحت تحریک مسترد کرنے کا مطالبہ فوری تسلیم کرلیا، صدر نے

وزیرِاعظم کی اسمبلی توڑنے کی ایڈوائس منظور کرلی،قومی اسمبلی، کابینہ تحلیل،قوم الیکشن کی تیاری کرے، وزیراعظم، سپریک کورٹ کا نوٹس، لارجر بینچ قائم، کوئی ادارے ماورائے آئین اقدام نہ کرے، چیف جسٹس ✍ 5/اپریل : نیویارک: امریکی تاریخ میں پہلی بار ٹائمز اسکوائر میں نمازِ تراویح،سینکڑوں مسلمانوں نے نیو یارک کے مشہور مقام پر باجماعت تراویح ادا کی ✍ 6/اپریل : دبئ: یواےای نے پاکستان کی 2ارب ڈالر قرض واپسی مؤخر کردی، متحدہ عرب امارات نے قرض 3سال کے لیے دیا تھا ✍ 7/اپریل : ریاض: حرمین شریفین میں زائرین کو یومیہ لاکھوں لیٹر زمزم کی فراہمی، مسجد الحرام کے صحنوں اور نماز کے مقامات پر 13ہزار زمزم کولر موجود ہیں ✍ 8/اپریل : پاکستان: ڈپٹی اسپیکر کی رولنگ کالعدم، قومی اسمبلی، تحریک عدمِ اعتماد بحال، کل ووٹنگ کرانے کا حکم، سپریم کورٹ، وزیراعظم کابینہ بھی واپس ✍ 9/اپریل : پاکستان: سیاسی افراتفری، شرح سود میں ڈھائی فیصد اضافہ، زرمبادلہ ذخائر میں کمی، ڈالر بلند ترین سطح پر پہنچ گیا ✍ 10/اپریل : پاکستان: عدمِ اعتماد 174ووٹ سے کامیاب، عمران خان وزیرِاعظم نہیں رہے، ملکی تاریخ میں عدمِ اعتماد کے ذریعے ہٹائے گئے پہلے وزیراعظم، نئے قائدِ ایوان کا انتخاب پیر کو ہوگا، اسپیکر و ڈپٹی اسپیکر بھی مستعفی ✍ 11/اپریل : پاکستان: وزیراعظم کی عدم موجودگی میں چیف ایگزیکٹو کون آئین خاموش، قائم مقام صدر کا تصور تو ہے، مگر قائم مقام وزیراعظم کا تصور ہی نہیں، آئینی ماہرین ✍ 12/اپریل : پاکستان: شہباز شریف وزیراعظم منتخب، حلف اٹھالیا، تنخواہ، پنشن، اجرت بڑھانے کا اعلان، بےنظیر کارڈ بحال ✍ 13/اپریل : ریاض: سعودیہ نے بیرون ملک عازمینِ حج پر پابندیاں ختم کردیں، رواں سال ہر ملک سے کوٹے کے مطابق عازمین آئیں گے، سعودی حکومت ✍ 14/اپریل : پاکستان: گورنر سندھ مستعفی، گورنر کے پی کے، گورنر بلوچستان نے بھی اپنا استعفی صدر کو بھجوادیا ✍ 15/اپریل : پاکستان: روپے کے مقابلے میں ڈالر کی قدر میں کمی کا سلسلہ برقرار ✍ 16/اپریل : پاکستان: قومی اسمبلی، راجہ پرویز اشرف بلامقابلہ سپیکر منتخب ☎ بجلی مہنگی، پیٹرولیم قیمتیں برقرار، چینی برآمد پر پابندی عاید ✍ 17/اپریل : پاکستان: پنجاب اسمبلی میں ہنگامہ آرائی، حمزہ شہباز وزیر اعلیٰ منتخب ✍ 18/اپریل : پاکستان: آئی ایم ایف کی نئی شرائط کے ساتھ قرض بحالی متوقع ✍ 19/اپریل : پاکستان: سانحہ سیالکوٹ، 6مجرمان کو سزائے موت، 7کو عمر قید کی سزا ✍ 20/اپریل : پاکستان: 35رُکنی وفاقی کابینہ نے حلف اٹھالیا، اتحادی بھی شامل۔